نازیہ رزاق

تیرا عہد وفا

جون کی چلچلاتی دھوپ نے ہر ذی روح کو ادھ موا کر رکھا تھا۔ چرند پرند بھی اپنے آشیانوں میں گھسے، خشک زبانیں لیے، کسی بادل کے ٹکڑے کی بھیک مانگ رہے تھے۔ ایسے میں اس نیم سرکاری یونیورسٹی کے اسٹوڈنٹس بھی کسی سایہ دار جائے پناہ کی تلاش میں ٹولیوں کی صورت درختوں تلے بے زار کھڑے تھے۔

ناولٹ

دوپہر کے ڈھائی بجے کا وقت تھا، یوں طلبہ کی تعداد خاصی کم تھی۔ ایسے میں وہ تینوں بھی ایک سنگی بنچ پر سرخ چہرے لیے بیٹھی تھیں۔

انتہا ہوگئی، انتظار کی
آئی نہ کچھ خبر، ماما بابا کی

ماہم نے اپنی ڈھیلی پونی کو کسا، منرل واٹر سے گھونٹ بھرا اور ماہ نور کے کندھے پر سر گرا کر دہائی دی۔ ماہ نور نے اسے نرمی سے پیچھے کیا، اپنا دوپٹہ مزید آگے کھسکایا اور فائل سے خود کو ہوا دینے لگی۔ اب ماہم نے بائیں جانب بیٹھی ماہ رخ کو ترچھی نگاہوں سے بھانپا، جو کھٹ پٹ پیغام لکھ رہی تھی۔

''کیا ہے یار! مارو یہ ماہ نور تو ہے ہی سدا کی بور۔ اوپر سے تم بھی اس دن کو مزید یوم حشر بنانے پر تلی ہو۔ یار کوئی بات تو کرے؟''

''اوہ، ماہ نور! تمہاری ریپ والی دوست ادھر آ رہی ہے اور ساتھ! اس کا ہینڈسم کزن بھی ہے۔'' ماہ رخ نے سب کو الرٹ کیا۔ علوینہ ماڈلز سی چال چلتی ہوئی آ رہی تھی۔

'' ارے نورا! یار تم لوگ ابھی تک ادھر ہی ہو؟ کوئی مسئلہ ہے تو میں ڈراپ کر دیتی ہوں۔''

'' نہیں ویٹا! دراصل بابا شاید کسی میٹنگ میں ہیں، اس لیے انہیں دیر ہوگئی۔ اب تو آتے ہی ہوں گے، تمہارا شکریہ۔'' ماہ نور کے سنجیدگی سے کہنے پر امجد کے ارادوں پر اوس پڑ گئی، علوینہ ہاتھ ہلاتی چلی گئی۔

'' اب میں مزید انتظار نہیں کر سکتی۔ کچھ دیر میں، میں چکرا کر گرنے والی ہوں۔'' ماہم پھر سے شروع ہوگئی۔

'' اس ڈرامے کی قطعی ضرورت نہیں کیونکہ ماما، بابا

آگئے ہیں۔" ماہ نور نے اپنا بیگ کندھے پر ڈالتے ہوئے کہا۔ وہ سب بے چینی سے آگے بڑھیں، بابا گاڑی سے نکل رہے تھے مگران کے ساتھ کوئی اور بھی تھا۔

"سوری بیٹا! ہم لیٹ ہو گئے۔ مگر اس سب کی وجہ تمہارے عبید انکل ہیں۔ میرے یونیورسٹی فیلو اور سب سے اچھے دوست۔" لڑکیاں ان سے ملنے لگیں۔ وہ شستہ انگریزی میں بابا سے گفتگو کر رہے تھے۔ ـــ وہ شان دار شخصیت کے مالک تھے۔

"لگتا ہے ماہ نور نے بھی نہیں پہچانا۔ باقی دونوں تو چھوٹی تھیں ناں۔" اب وہ براہ راست ماہ نور سے مخاطب ہوئے تھے۔

"میں نے پہچان لیا ہے انکل! آپ نے اسلام آباد جانے سے پہلے جو ہیسکو کی کتاب مجھے دی تھی وہ آج بھی میرے لیے اتنی ہی کارآمد ہے تو میں کیسے بھول سکتی ہوں آپ کو۔" وہ مسکرا کے اس کا سر تھپتھپانے لگے۔

"اچھا چلتا ہوں یار! تم بھابھی اور بچیوں کو لے کر آنا ہماری طرف۔ ہمیں خوشی ہوگی۔"

"ارے نہیں عبید بھائی پہلے آپ لوگ ہمارے گھر آئیں گے۔ ابھی تو آپ لوگ نئے شفٹ ہوئے ہیں تو میزبانی پہلے ہمیں ہی کرنے دیجیے۔" صالحہ، ماہم کو دوپٹا درست کرنے کا اشارہ کرتے ہوئے بولیں۔

"صاحب زادے تھوڑے مصروف ہیں، بس جس دن بھی فراغت ملی ہم حاضر ہو جائیں گے۔"

عبید انکل کے رخصت ہونے کے بعد بھی ان ہی کی باتیں ہوتی رہیں۔ گھر آتے ہی سب بچیوں نے اپنے کمروں کا رخ کیا مگر ماہ نور نے دوپہر کے کھانے کے لیے ملازمہ کو ہدایات دیں۔

☆☆☆

صالحہ اور کبیر کی ملاقات یونیورسٹی میں ہوئی۔ دونوں فطین دماغوں اور آسمانی عزائم والے تھے۔ صالحہ بنیادی طور پر دیہاتی تھیں مگر خود پر سے یہ لیبل ہٹوانے کے لیے کچھ بھی کرنے کو تیار تھیں۔ تعلیم مکمل کرنے کے بعد اسی یونیورسٹی میں پڑھانے لگیں۔ کبیر احمد سے شادی کے بعد وہ خود کو مکمل تصور کرنے لگیں مگر زندگی میں ننھی ماہ نور کی آمد نے ایک ناگوار بل چل مچا دی۔ صالحہ کی رفتار سست ہوئی تو انہیں بوڑھی ساس کی افادیت معلوم ہوئی۔ سطوت جہاں نے ماہ نور کو دیکھتے ہی بے ساختہ کہا۔

"یہ ہے اصل صالحہ! کیسی چمکتی پیشانی ہے اس کی۔" یوں ماہ نور کو ایک نرم سی گود مل گئی۔ وہ تدبر اور دانائی کے ہاتھوں پلنے لگی۔ پھر جب ماہ نور نے سطوت جہاں کو کھو کے، ماہ رخ اور ماہم جیسی ساتھیوں کو پایا تو وہ چھوٹی بچی دانا بن گئی۔ وہ کورس کے ساتھ الجھتی اپنی بہنوں کی فکر میں ہلکان رہتی۔

وقت گزرتا رہا اور وہ خاموش ہوتی گئی کیونکہ اب گھر میں ماہ رخ اور ماہم کی آوازیں اڑان بھرتی تھیں۔ کسی مہمان کے سامنے صالحہ جھٹ کہتیں۔

"ماہم بیٹا! آنٹی کو وہ پوئم سناؤ، جس پر آپ کو پرائز ملا ہے۔"

ماہم اور ماہ رخ دونوں شروع ہو جاتیں۔ ماہ نور ہولے ہولے مسکراتی رہتی۔ آہستہ آہستہ وہ خود ہی پس منظر میں چلی گئی۔ اس کی بہنیں اس پر جان دیتی تھیں مگر انجانے میں وہ اس کی زندگی کا ریموٹ اپنے ہاتھوں میں لے رہی تھیں۔

"ماہ نور بیٹا! جلدی کرو۔ ہمیں مزید شاپنگ بھی کرنی ہے۔" شاپنگ کے دوران صالحہ اسے اکساتیں مگر وہ مزید الجھ جاتی۔ رنگ اسے پریشان کرتے، تب ماہ رخ جلدی سے کہتی۔

"ماہ نور تم وہ پیچ لو، تم پر سوٹ بھی کرے گا۔" وہ لے لیتی، چاہے یہ رنگ اسے زہر لگ رہا ہوتا۔ وقت اس کی قوت فیصلہ کا امتحان ـــ لینا چاہتا تھا کہ امتحان کسی کی "تیاری" نہیں دیکھتا..... وہ تو بس تیار کرتا ہے۔

☆☆☆

"ماما! زارا کی سالگرہ ہے اس نے مجھے دعوت نامہ دیا ہے۔ کسی ریسٹورنٹ میں ہے، کیا میں چلی جاؤں؟" یونیورسٹی میں گرمیوں کی چھٹیاں چل رہی تھیں۔ پانچویں سمسٹر کے پیپرز ہو چکے تھے۔ وہ گھر میں فارغ ہی ہوتی تھی۔

صالحہ جو اپنے بالوں میں رولرز لگائے، آنکھوں پر کھیرے رکھے لیٹی تھیں، بولیں۔

"ہاں، ہاں، کیوں نہیں۔ جاؤ، اچھا ہے آؤٹنگ ہو جائے گی تمہاری..... اور ہاں سنو، اب ماہم یا ماہ رخ کو ساتھ نہ باندھ لینا۔ اپنے اندر تھوڑا کانفیڈنس لاؤ۔ لوگوں کو خود فیس کرنا سیکھو۔"

ماہ نور نے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا پھر "اوکے" کہہ کر چل دی۔

"ڈنر کے لیے کچھ بنا دوں۔ ماما تو خود کہیں گئی ہوں گی پھر یہ دونوں کیا کریں گی۔" وہ خود کلامی کے انداز میں کہتے ہوئے، شائستہ کو ہدایات دینے لگی۔

ان کا گھرانہ آئیڈیل تھا مگر اسے کچھ کمی محسوس ہوتی۔ شاید گرہستی کی، جس میں صالحہ ناکام رہیں۔ گھر میں ملازم تھے مگر وہ مطمئن نہ ہو پاتی۔ صالحہ چڑ جاتیں، غصے میں کہتیں۔

"تمہیں کسی ایسے خاندان میں ہونا چاہیے تھا جہاں لڑکیوں کی زندگی کا محور و مقصد جھاڑو پونچھا کرنا، نت نئی ہانڈیاں بنانا اور کشن کورز یا وال ہینگنگ کاڑھنا ہی ہوتا ہے۔" ماہ نور خود بھی اس مصنوعی اور تیز رفتار ماحول سے خود کو کٹا ہوا محسوس کرتی۔ اسے خود معلوم نہ تھا کہ آخر وہ چاہتی کیا ہے؟

☆☆☆

اس وقت وہ ریسٹورنٹ کے پرکیف ماحول میں بے چین سی بیٹھی پہلو بدل رہی تھی۔ ریسٹورنٹ کا نیم تاریک، خواب ناک سا ماحول اس کے اعصاب پر سوار ہوئے جا رہا تھا۔

"زارا! اور کون کون آ رہا ہے؟"

وہ اپنے دوپٹے کو مزید ماتھے تک پھیلا رہی تھی۔ گرے شرٹ اور سگریٹ پینٹ میں وہ یقیناً اچھی لگ رہی تھی۔ زارا بڑے انہماک سے اس کا جائزہ لینے میں مصروف تھی۔ وہ اپنی ماں بہنوں جیسی نہیں تھی، ایک نامعلوم سی کشش تھی اس میں، سنہری رنگت، بادامی آنکھیں، بادامی بال اور گلابی سے ہاتھ۔ اس کے ہاتھ بہت خوب صورت تھے، جنہیں وہ پریشانی میں مسلتی، جیسے اب مسل رہی تھی۔

"بس تم اور علوینہ۔" زارا نے لاپروائی سے جواب دیا۔ پھر سیل فون سے چھیڑ چھاڑ کرنے لگی۔ کچھ دیر میں علوینہ بھی چلی آئی۔

"اچھی لگ رہی ہوں ناں..... تم بھی بہت اچھی لگ رہی ہو، برتھ ڈے گرل سے بھی زیادہ۔"

وہ چہک رہی تھی، امجد اسے اپنی نظروں میں رکھے ہوئے تھا۔

"یار زارا! اب جلدی کرو۔ مجھے پہلے ہی دیر ہو گئی ہے۔" وہ دوستوں کے ساتھ باہر آتی جاتی رہتی تھی مگر آج دل بے طرح دھڑک رہا تھا۔

"اوکے پھر تم لوگ کچھ دیر باتیں کرو، میں ابھی آئی۔" زارا سیل فون سمیت نظروں سے اوجھل ہوئی، ماہ نور انگلیاں چٹخانے لگی۔

"کوئی مسئلہ ہے کیا؟ ماہ نور آپ ایزی فیل نہیں کر رہیں؟" امجد نے علوینہ سے تائید چاہتے ہوئے ماہ نور سے کہا۔

ارے ہاں یار! ریلیکس ہو جاؤ۔ تمہیں زارا نے نہیں بتایا تھا کہ امجد بھی آ رہا ہے؟" علوینہ نے پوچھا۔ فون پر میسج ٹون بجی تو دیکھتے ہوئے بولی۔

"ایک منٹ، میں زارا کو دیکھ لوں۔ پتا نہیں کہاں پھنس گئی ہے۔" ماہ نور اب صحیح معنوں میں مضطرب ہوئی۔ دل میں جانے کون سا الارم فٹ ہوتا ہے، جو برے وقت کے قدموں کی چاپ کو کوسوں دور سے جانچ لیتا ہے اور دھڑکن کو گھنٹی کے طور پر یہ زور زور سے بجانا شروع کر دیتا ہے۔ جیسے قدیم یونانیوں کا "مندر کا گھنٹہ" جو خاص موقعوں پر زور زور سے بجا کر رعایا کو خبردار کر دیا جاتا۔

"ماہ نور! مجھے آپ سے کچھ کہنا ہے۔" امجد گلا کھنکار کے بولا اور ماہ نور کی بات کا انتظار کیے بغیر کہنے لگا۔

"دراصل ماہ نور! آپ مجھے اچھی لگتی ہیں، شروع دن سے ہی..... اگر آپ کو کوئی اعتراض نہ ہو تو میں

www.care70

اپنی فیملی کو آپ کے گھر بھیجنا چاہتا ہوں۔"

ماہ نور جانتی تھی وہ اسے پسند کرتا ہے مگر اتنی جلدی اسے پرپوز بھی کر دے گا، یہ وہ نہیں جانتی تھی۔ فطری طور پر وہ سٹپٹائی پھر سنبھل کے مضبوط لہجے میں بولی۔

"امجد پلیز...... میں ان لڑکیوں میں سے ہرگز نہیں ہوں جو یوں ریسٹورنٹس میں بیٹھ کے شادی کی ڈیٹ بھی فائنل کر لیں۔ آج کے بعد مجھ سے اس قسم کی گفتگو ہرگز مت کیجیے گا۔ مجھے دیر ہو رہی ہے، چلتی ہوں۔ زارا اور علوینہ کو بتا دیجیے گا۔"

وہ ٹھہرے ہوئے دو ٹوک انداز میں کہتے ہوئے اپنا بیگ اٹھانے لگی، جب امجد نے افراتفری میں میز پر دھرا اس کا سرد ہاتھ تھاما۔

"پلیز ماہ نور! آپ جو بھی فیصلہ کریں، مجھے منظور ہے مگر اس طرح چلے جانے سے زارا اور علوینہ نہ جانے کیا سوچیں۔"

وہ تیز تیز بول رہا تھا، شاید لفظوں کا انبار لگا کر راستہ مسدود کر دینا چاہتا تھا مگر اس کے الفاظ کا گلا ایک دھاڑ نما پکار نے گھونٹ دیا۔

"ماہ نور......" ماہ نور نے پلٹ کر دیکھا۔ وہاں کبیر احمد اور عبید صاحب کھڑے تھے۔ زرد رنگت اور سرد جسم کے ساتھ وہ تقریباً بے جان لاشہ ہی ہو گئی۔ امجد نے جلدی سے ہاتھ چھوڑ دیا۔ کبیر احمد سرد تاثرات اور بھنچے ہوئے جبڑوں کے ساتھ ضبط کی آخری منزلوں پر تھے۔

"اگر یہ سب ختم ہو گیا ہو تو چلیں؟" ماہ نور کے زبان مفلوج ہو گئی۔ امجد بھی ہوش میں لوٹا، جلدی سے اٹھ کر کھڑا ہوتے ہوئے وضاحت کرنے لگا۔

"وہ دراصل سر! میں ماہ نور سے......"

"بس بہت ہو گیا۔ اب مجھے کوئی وضاحت مطمئن نہ کر پائے گی۔ جو میں دیکھ چکا ہوں، سمجھانے کو کافی ہے۔ ویسے بھی اگر کنویں کا پانی ہی گندا ہو جائے تو گھڑا بدلنے سے کچھ نہیں ہوتا۔"

کبیر احمد بات مکمل کر کے رکے نہیں۔ جبکہ ذات کے پرخچے اڑ جانا کسے کہتے ہیں وہ ماہ نور نے آج جانا۔

زارا اور علوینہ بھی ہاتھ میں کیک تھامے آ چکی تھیں اور کچھ کچھ سمجھ بھی چکی تھیں۔ ماہ نور اس قدر شاک میں تھی کہ اس جہنم سی جگہ سے جانا محال ہو گیا۔ عبید صاحب جو سب خاموشی سے سن رہے تھے وہ آگے بڑھے اور ماہ نور کو شفقت سے اپنے ساتھ لگائے وہاں سے نکل گئے۔

☆☆☆

گھر کا ماحول عجب گھٹن زدہ سا ہو گیا۔ خاموشی سارے گھر میں گھومتی پھرتی۔ اس دن کبیر احمد گھر آ کر مکمل خاموش ہو گئے مگر صالحہ نے بنا ماہ نور سے بات کیے چیخ چیخ کر اپنی ساری ذمہ داری پوری کر لی۔ ماہ نور گھپ اندھیروں میں چھپ گئی، اس کی ذات جو ہمیشہ پس منظر میں رہی تھی، ایسے بھیانک انداز میں منظر عام پر آئی تھی کہ اس کا دل زندگی سے جیسے اٹھ سا گیا، وہ مایوسی کی انتہا کو جا پہنچی۔

ماہ نور کے لیے بھی زندگی نے ایک نیا در وا کیا تھا مگر وہ انجان بنی رہی۔

کبیر احمد نے اس کی شادی طے کر دی تھی اور یہ سب اتنا اچانک ہوا تھا کہ کسی کو ردعمل دکھانا بھی یاد نہ رہا۔

ماہ نور مکمل خاموش تھی، دکھ اور شاک کی کیفیت اب خودترسی اور منتقم مزاجی میں ڈھل رہی تھی۔

صالحہ کی اپنی پریشانیاں، کم وقت زیادہ کام۔ وہ اکثر ملازموں کو جھڑکتی پائی جاتیں۔ ماہ نور ماہم کے توسط سے صرف اتنا جان سکی کہ بابا نے اس کا رشتہ عبید انکل کے گھر طے کر دیا ہے۔ ایک دن وہ لوگ آئے اور چیدہ چیدہ معاملات طے کر گئے۔ ماہ نور خاموش تماشائی سی بیٹھی رہی۔ کسی کو صفائی پیش کرنے کی ضرورت ہی نہ جانی۔ اب بابا کسی سے بھی بیاہتے، شادی کا نتیجہ وہ ٹھان چکی تھی، طے کر چکی تھی۔ اب کرنا تو اس نے وہی تھا۔

☆☆☆

"نور بیٹا! سارا دن ایسے کیوں بیٹھی رہتی ہو؟ اور کچھ نہیں تو اپنا خیال ہی رکھا کرو۔ شادی کی تیاریوں میں حصہ لیا کرو۔" صالحہ کے کہنے کے باوجود وہ نیم دراز

چینل بدلنے میں مصروف رہی، وہ پھر سے بولیں۔

"چلو ان تینوں ڈریسز میں سے رنگ پسند کر لو۔" انہوں نے اس کے پہلو میں خوب صورت جوڑے رکھے۔

"جب شادی جیسا فیصلہ آپ لوگ خود کر سکتے ہیں تو پھر جوڑے کے رنگ پسند کرنے سے کیا فرق پڑے گا۔"

سب کی گردنیں اٹھیں، وہ ایسی تو نہ تھی، اتنی سرد، برف سی۔ برفیلے الفاظ بولنے والی لڑکی، لاؤنج کے داخلی دروازے میں کبیر احمد رکے تھے۔ صالحہ غصے سے پھٹ پڑیں۔

"کیا ثابت کرنا چاہتی ہو اب اس سب بکواس سے تم؟"

"کچھ نہیں...... کچھ بھی نہیں کیونکہ ثابت وہاں کیا جاتا ہے جہاں ثبوت طلب کیے جائیں ورنہ تو باقی وضاحتیں ہی رہ جاتی ہیں اور مجھے کسی کو کوئی وضاحت نہیں دینی۔" وہ لاؤنج سے نکلی تو نظر کبیر احمد پر بھی پڑی مگر وہ بے خوف رہی۔ کبیر احمد پہلی بار کچھ سوچ کر سہمے۔

☆☆☆

مہندی کے فنکشن سے پہلے، عصر میں نکاح تھا۔ وہ زرد جوڑا پہنے تیار تھی۔ صالحہ اور کبیر احمد کی گھبراہٹ عروج پر تھی۔ اگر نکاح کے وقت انکار کر دیا تو...... مگر وہ سکون سے ایجاب و قبول کا مرحلہ طے کر گئی۔ سسرال والے بڑھے تو اسے گھونگھٹ میں بے حس بیٹھا دیکھ کر صالحہ کا دل دہلا۔ اسے گلے لگا کر بے ساختہ روئیں۔ ماہم اور ماہ رخ الگ چمٹ گئیں۔

"نور، میرا بیٹا! تم بھول جاؤ ناں اس قصے کو۔ بس بابا کو غصہ آ گیا تھا۔ وہ غیر یقینی صورت حال کو ہینڈل نہیں کر پائے۔ وہ تو تمہیں......" گھٹی گھٹی آواز میں تلافی کی جا رہی تھی پھر نجانے کیوں فرد جرم عائد کرتے ہوئے آوازوں کو بڑھا دیا جاتا ہے۔ ماہ نور کی آنکھیں خشک رہیں، بولی تو بس اتنا۔

"ماما پلیز بس کریں، آپ تو ایسے رو رہی ہیں جیسے میں ہمیشہ کے لیے جا رہی ہوں۔" صالحہ بے یقین ہوئیں۔

"ایسے کیوں دیکھ رہی ہیں؟ میں سچ میں ایسا ہی کرنے والی ہوں۔ ایک الزام آپ لوگوں نے لگایا، دوسرا داغ

ماہنامہ کرن
ستمبر 2018ء کا شمارہ شائع ہو گیا
"کرن کا دسترخوان"
اب ہر ماہ کرن کے ساتھ مفت حاصل کریں
- "عیدالاضحیٰ" کے حوالے سے شاہین رشید کا خصوصی سروے،
- اداکار "علی عباس" کہتے ہیں میری بھی سنیے،
- اس ماہ "سحر النساء تبسم" کے "مقابل ہے آئینہ"،
- "شب غم کی سحر" رخ چوہدری کا سلسلہ وار ناول،
- "ہوائیں رخ بدل گئیں" نگہت عبداللہ کا سلسلہ وار ناول،
- "لذت غم عشق" صائمہ قریشی کا مکمل ناول،
- "جادو بستی" ایمل رضا کا مکمل ناول،
- "غم ہے یا خوشی ہے تو" تنزیلہ ریاض کا ناولٹ،
- "آنچل میں ستارے" سحر ملک کا ناولٹ،
- "پہیلیاں" ثنا محسن علی کا ناولٹ،
- عنبرین ولی خان، ماہ وش طالب اور گل ارباب کے افسانے اور مستقل سلسلے،

میں خود لگوالوں گی' ڈیش اٹ۔" وہ واش روم میں گھسی تب بھی صالحہ خاموش اور بے یقین سی بیٹھی تھیں۔

☆☆☆

شادی شان دار رہی، ہر شے عمدہ تھی۔ لوگ دبی دبی آواز میں جلد شادی کی وجہ بھی دریافت کرتے رہے۔ کچھ بظاہر خوش بھی ہوتے رہے۔

معاذ عبید خاقانی شان دار مرد تھا۔ ایک بڑی کنسٹرکشن کمپنی میں سینئر آرکیٹکچر، کیمبرج کا فارغ التحصیل۔ ماں باپ کا اکلوتا بیٹا۔ صالحہ پوری محفل میں گردن اکڑائے گھومتیں، سوچتیں۔ کولیگز تو ابھی تک لڑکے کے اور خاندانی پس منظر کے کریڈٹس ہی گن رہی ہوں گی۔

ماہ نور کو جب پہلو میں بٹھایا گیا تو ہر ایک اس جوڑی کو سراہ رہا تھا۔۔ معاذ پرسکون لگ رہا تھا۔ رخصتی کے وقت کبیر احمد نے خود پر ضبط کیا۔

"نور بیٹا! وقت خود یہ ثابت کردے گا کہ تمہارے بابا کو صرف تمہاری خوشیاں عزیز تھیں۔ میری بیٹی بہت فہم رکھنے والی ہے، یہ میں بخوبی جانتا ہوں۔" بے وقت الفاظ، بے وقعت ہو جاتے ہیں۔

ماہ نور نے صرف ایک نظر انہیں دیکھا۔ شکوہ، دکھ، غصہ...... اس نظر میں سب کچھ تھا۔ ماہ نور کا ملال کم نہ ہوا۔

جو لوگ کسی بات پر رد عمل نہیں دیتے، جب کسی بات پر دیتے ہیں تو شدید دیتے ہیں اور وہ بھی ان ہی لوگوں میں سے تھی۔

☆☆☆

"کبیر! کہیں ہم نے ماہ نور کے ساتھ کچھ غلط تو نہیں کردیا؟" کمرے کی خاموش فضا میں صالحہ کی آواز نے دراڑیں ڈالیں۔ انہیں ماہ نور کی شکوہ کناں آنکھیں اور سرد تاثرات بھلائے نہ بھولتے۔

"غلط تو ہوا ہے ہم سے اور شاید بچپن سے کچھ نہ کچھ غلط ہی ہوتا آیا ہے اس کے ساتھ۔ بچپن میں اسے پیار کرنے کا وقت نہیں تھا ہمارے پاس۔ تو اسے اماں کے پاس چھوڑ آئے اماں اسے چھوڑ گئیں تو ہم نے اسے اپنی چھوٹی بیٹیوں کے لیے چھوڑ دیا۔ وہ ہمارے ساتھ رہتے ہوئے ہمارے درمیان کبھی تھی ہی نہیں۔ اب شاید اسے چھوڑنے کا بہترین طریقہ اپنایا ہے ہم نے۔ اللہ کرے وہ اس "وار" کو بھی سہہ جائے۔"

کبیر احمد کی آواز اسی کمرے کی تاریک فضا میں دفن ہوگئی اور شہر کے دوسرے کونے میں موجود ان کی بیٹی غلطیوں کی ابتدا کر چکی تھی۔

☆☆☆

کمرہ نفاست سے سجایا گیا تھا۔ بھینی بھینی خوشبو سی تھی جو فسوں سا پھیلا رہی تھی۔ معاذ کمرے میں آیا تو ٹھٹکا۔ دلہن سمٹ کر کونے میں بیٹھی تھی، وہ سر جھٹک کر قریب آن بیٹھا۔ الفاظ ڈھونڈے گئے۔

"دراصل میں اس بارے میں قطعی لاعلم ہوں کہ اس موقع پر کیا کہا جاتا ہے۔ پہلا پہلا تجربہ ہے ناں، ویسے بھی سب اتنی جلدی میں ہوا کہ......"

یہ معاذ کا انداز تھا، تفصیلاً بولتا۔ دھیما دھیما سا۔ جیب ٹٹول کے مخملی کیس نکالا گیا۔ دوستانہ انداز میں ماہ نور کا ہاتھ تھامنا چاہا مگر ہاتھ درشتی سے جھٹکا گیا۔ ایک پل کو چپ ہی رہ گیا پھر سنبھل کے بولا۔

"اوکے، اوکے...... ٹیک یور ٹائم! یقیناً آپ بھی میری طرح اس شاک کے زیر اثر ہوں گی۔ کوئی پرابلم نہیں۔ میں سمجھ سکتا ہوں، یہ آپ کا ویڈنگ گفٹ ہے۔" مخملیں کیس اس کی جانب سرکایا اور ڈریسنگ روم میں گھس گیا۔

اگلی صبح روایتی ہنگامہ خیزی سمیت اتری۔ سائرہ مہمانوں کو بیڈ ٹی دینے میں مصروف تھیں۔ اپنی بھتیجی سے بولیں۔

"سمیعہ بیٹا! معاذ کے کمرے کا دروازہ ناک کریں، کیا اٹھ گئے وہ لوگ؟" سمیعہ دیکھنے آئی تو وہ ٹک سک سا کمرے سے نکل رہا تھا۔

"اوہ...... میں آپ کو ہی دیکھنے آرہی تھی معاذ بھائی! اور آپ کی دلہن؟" استفہامیہ انداز میں معاذ کے پیچھے جھانکا۔

www.caretofun.net

"وہ آرہی ہیں، آؤ ہم چلتے ہیں اور سناؤ کیسی ہو اور تمہارا فیشن ڈیزائننگ کا شوق کہاں تک پہنچا؟"

وہ اسے لیے سیڑھیاں اتر گیا۔ اوپر ماہ نور ابھی بھی اپنی جگہ سے نہ ہلی تھی۔ معاذ کے بار بار کہنے پر بھی وہ خاموش سی رہی تو وہ کچھ الجھ گیا۔

☆☆☆

ولیمہ کے اختتام پر سب ہی تھکن اور خوب صورت یادیں دلوں میں لیے واپس لوٹ گئے۔ دوپہر میں وہ سسرال گیا۔ ماہم اور ماہ رخ کے ساتھ وقت بہت اچھا گزرا۔ مگر کچھ تھا جو وہ شدت سے محسوس کرتا رہا۔ ماہ نور کا رویہ، اس کی سرد مہری اور کم آمیزی۔

وہ اپنے گھر میں اجنبیوں کی طرح تین گھنٹے گزار کر چلی آئی پھر انکل آنٹی کا احساس دلاتا کہ ماہ نور شروع سے کم گو ہے، وغیرہ وغیرہ۔

ماہ نور نے بستر کو اپنے لیے پرسکون پایا۔ مگر جب ہاتھ کپڑوں سے ٹکرایا تو بے حد ناگواری محسوس کی۔ اٹھ کر ڈریسنگ روم میں کپڑے تبدیل کیا، سادہ جوڑا پہنا...... منہ پر پانی کی چھپاکے مارے اور تھکے تھکے قدموں سے باہر آئی۔ معاذ کاؤچ پر نیم دراز فون پر مصروف تھا اسے دیکھ کر سنبھل کر بیٹھا۔ ماہ نور نے بالوں کا ڈھیلا جوڑا بنایا اور کروٹ کے بل لیٹ گئی۔

"جی جواد صاحب! میں پہلے ہی عرض کرچکا ہوں کہ میں ان دنوں رخصت پر ہوں پھر بھی میں توقیر صاحب سے بات کرتا ہوں۔ ہم اپنا سو فیصد ہی دیں گے۔ مہربانی جناب، اوکے۔" وہ بات کے دوران بھی ادھر ہی متوجہ تھا۔ فون بند کیا، گہری سانس لے کر ماہ نور کے رویے کو نظر انداز کیا پھر اٹھ کر بیڈ کی دوسری جانب آبیٹھا۔ ماہ نور نے آنکھیں زور سے میچ لیں۔ معاذ نے ہاتھ بڑھا اس کا رخ موڑنا چاہا مگر ہاتھ کو لگنے والا جھٹکا شدید تھا۔ معاذ کو پہلی بار شدید ناگوار محسوس ہوا۔

"دیکھیں ماہ نور! اگر کوئی پرابلم ہے تو مجھ سے ڈسکس کرسکتی ہیں مگر یہ رویہ...... کم از کم میری سمجھ سے بالاتر ہے۔" آواز کچھ تیز تھی۔ ماہ نور نے بے خوفی سے سوال نظر انداز کرتے ہوئے اپنے اوپر چادر تان لی۔

جن لوگوں کو کچھ اچھا ہونے کی امید نہیں ہوتی، انہیں بہت برا ہونے کا خوف بھی نہیں رہتا۔ امید ہمیشہ خوف میں مبتلا رکھتی ہے اور یہ خوف بے یقینی کی صورت میں ہوتا ہے۔

معاذ نے ہاتھ بڑھا کر چادر سرکائی۔ اب ماہ نور نے باقاعدہ اس کا ہاتھ جھٹکا۔ ہتک سے وہ سرخ پڑ گیا۔ کچھ لمحے لب بھینچے بیٹھا رہا پھر تن فن کرتا ڈریسنگ روم میں گھس گیا۔ کچھ دیر بعد نکلا۔ چیزوں کی اٹھا پٹخ کی۔ بیڈ کی دوسری جانب آکر لیٹ گیا۔

کیا چیز ہے یہ؟ مجھے لگا کوئی پرابلم ہوگی اور یہ سمجھ رہی ہے میں مرا جارہا ہوں اس سے بات کرنے کے لیے...... اب میری طرف سے جائے بھاڑ میں، دیکھوں گا بھی نہیں محترمہ آفت صاحبہ کو۔

اس کو اس دوراہے پر لے آؤں گی کہ شکل بھی دیکھنا پسند نہ کرے گا میری اور یقیناً میں یہ کرسکتی ہوں۔ اپنے ماں باپ کی ذمہ دار بیٹی جو ہوں، میں سب کرسکتی ہوں۔

پہلا آنسو تکیے پر گرا، اسے پھر سے سب کچھ یاد آیا جو کبھی بھولتا ہی نہ تھا۔ یادوں کے دروازے پر اذیت تاک لگائے بیٹھی رہتی کہ جیسے ہی در وا ہو وہ اندر گھس جائے۔ آنسوؤں میں تسلسل جاری ہوگیا۔

"آہ میری ساری عمر کی ریاضت کو ایک پل میں بے مول کردیا گیا۔ میں تو وہ مومن نکلی جیسے دم قضا کفر کا فتوئی لگا دیا گیا۔ اللہ...... میں کیسے بھول پاؤں گی سب، میں تو اپنے لاشے کو گھسیٹتی گھسیٹتی ابھی سے تھکنے لگی ہوں۔ بابا آپ نے بری بیٹیاں تو دیکھی ہی نہیں، اب میں آپ کو دکھاؤں گی بری لڑکیاں کیسی ہوتی ہیں اور کہاں تک جاسکتی ہیں۔" بے دردی سے آنسو رگڑے۔ دونوں کی سوچیں الگ...... مقاصد بھی الگ مگر راستہ ایک ملا تھا دونوں کو، ساتھ چلنا تو

تھا ہی......

☆☆☆

اب میری مجھے سمجھ میں نہیں آرہا کہ میں اس سب پر کیسے ری ایکٹ کروں؟

معاذ نے قدرے غیر آرام دہ حالت میں صوفے پر نیم دراز ہوتے ہوئے کہا۔ وہ عفان کے ڈرائنگ روم میں موجود تھا۔ عفان اس کا دوست، کولیگ بھی۔ ولیمہ کی رات والی تلخی کے بعد وہ اگلی صبح ہی کبیر احمد کے گھر جا دھمکا۔ بنا کسی سے بات کیے، بنا کسی سے پوچھے۔ وہ پریکٹیکل شخص تھا۔ کبیر احمد اور صالحہ سے صاف، سیدھی بات پوچھ بیٹھا۔ ابھی ماہ نور سے کوئی جذباتی وابستگی نہ تھی اس کی، اس لیے کسی انہونی ہونے کے نتیجے پر راستے سے ہٹنا آسان تھا اس کے لیے۔ اس لیے بڑے سبھاؤ سے بات ان تک پہنچائی۔ وہ سن سے بیٹھے رہے پھر سب کچھ اسے بتا دیا۔ بچپن سے اب تک کی ہر بات، وہ سپاٹ سا سنتا رہا۔ پھر کچھ سوچ کر عفان کی طرف آیا۔ ابھی اس کی ولیمہ کی تھکن تک نہ اتری تھی کہ دولہا میاں "مصائب کی ٹوکری" تھامے اس کے در پر چلے آئے۔ کسی بھی شادی کے اتنے جلد نتائج اس نے پہلی بار دیکھے تھے۔

عفان اپنی گردن سہلاتے ہوئے، ذرا ست انداز میں جبکہ خضر گوندل، ان دونوں کا مشترکہ بچ میٹ، پوری توجہ سے اسے سنتا رہا۔ وہ پیشے کے اعتبار سے سائیکاٹرسٹ تھا، اس پورے واقعہ میں ماہ نور کی سائیکی نے اسے چونکایا تھا۔ معاذ کی پوری بات سن لینے کے بعد وہ عادتاً اپنے چشمے کو اوپر چڑھاتے ہوئے بولا۔

"اپنے سسر کی پوری بات سنتے ہی تمہارے دماغ میں پہلی بات یا خیال کون سا آیا؟"

"مجھے افسوس ہوا...... میرا مطلب ہے انکل جیسے پڑھے لکھے شخص سے مجھے کم از کم یہ امید نہ تھی۔ انہیں اپنی بیٹی کو اعتماد میں لینا چاہیے تھا، اس سے بات کرنی چاہیے تھی جبکہ وہ یہ بھی جانتے تھے کہ وہ اس لڑکے میں انٹرسٹڈ نہیں ہے۔ اگر وہ کھل کے آپس میں بات کر لیتے تو شاید نوبت یہاں تک نہ آتی اور پھر بنا کچھ پوچھے اور بنا کچھ بتائے اس کی شادی طے کر دی گویا اپنی بداعتمادی کی سند تھما دی اس کے ہاتھ میں، نکاح نامے کی صورت۔"

وہ کرسٹل ٹیبل پر اپنا فون انگلی سے گھماتا رہا۔ خضر کے چہرے پر جوش لہرایا، وہ مزید آگے ہو کے بولا۔

دیکھو معاذ! تمہاری بیوی اسپلٹ پرسنالٹی کا شکار ہو رہی ہے اس وقت۔ اسپلٹ پرسنالٹی مطلب دوہری شخصیت، ایک نفسیاتی بیماری۔ متعدد قسمیں ہیں اس بیماری کی مگر اس کیس میں معاملہ تھوڑا الگ ہے۔ ایک بندے کا قطعی مثبت رویے سے قطعی منفی رویے کی طرف مائل ہو جانا، یہ الارمنگ سچوئشن ہے۔ انہیں اس مقام پر پہنچانے میں ان کے ماں باپ کی غفلت بھی شامل ہے۔ تم خود سوچو ایک مزدور جو سارا دن کی سخت مشقت کے بعد تین چار سو کما کے گھر لوٹ رہا ہو اور کوئی جیب کترا ہاتھ کی صفائی دکھا جائے، اوپر سے گھر والے مزدور کو ہی وہ جیب کترا سمجھیں تو سارا دن اینٹ سیمنٹ کرنے والا مزدور وہی اینٹ اٹھا کے مار دینے کی پوزیشن میں آ جائے گا ناں اور یہی ہو رہا ہے اب بھابھی کے ساتھ بھی۔

میں نے اسی لیے پہلے یہ پوچھا کہ تم نے کیا سوچا۔ دراصل میں تمہاری اٹینشن جاننا چاہ رہا تھا۔ اگر بے زاری کا اظہار کرتے تو مشورہ ہوتا کہ لڑکی کو چھوڑ دو۔ لیکن اب چونکہ تم انٹرسٹڈ ہو اس لیے ان کا علاج بھی تم ہی ہو۔ تم یوں سمجھو کہ تمہارے گھر قدرت کی طرف سے ایک پارسل آیا ہے جس پر بڑا بڑا ہینڈل ود کیئر لکھا ہوا ہے۔ اب تمہیں بتاتا ہوں کہ تمہیں آگے کیا کیا کرنا ہے۔"

عفان بھی ساری سستی بھلائے بیوی کو رام کرنے کے نسخے بننے لگا۔

☆☆☆

ماہ نور اپنی زندگی کی ہر صبح کو تاخیر میں رکھنا چاہتی تھی مگر وقت جیسے اس سے ضد باندھ بیٹھا تھا، کٹتا ہی نہ۔ معاذ جانے کب سے باہر تھا، وہ بھی باہر نکل آئی۔ سارے گھر میں خاموشی کا رقص جاری تھا مگر ہولانے والی نہیں...... سکون دیتی خاموشی۔ ایک جانب سے اسے آوازیں سنائی دیں وہ ادھر چل دی۔ گھر بہت بڑا تھا یقیناً — بہت خوب صورت بھی۔ ستائش اس کی نگاہوں میں خود بخود آ بسی۔

ڈائننگ روم کے داخلی دروازے پر وہ رکی۔ سامنے سائرہ آنٹی ملازمہ کے ساتھ کچن میں کھڑی نظر آئیں جبکہ عبید انکل اخبار پڑھنے میں مصروف تھے۔ وہ اجنبیوں کی طرح یہاں وہاں دیکھنے لگی، سائرہ آنٹی کی نگاہ پڑی۔

"ارے ماہ نور بیٹا! آپ اٹھ گئیں؟ وہاں کیوں کھڑی ہیں، ادھر آئیے۔" بہت خوب صورت لب و لہجہ، سب سے بڑھ کر وہ خلوص جو زبان سے لے کر نگاہوں تک میں تھا۔ ساری اکھڑ مزاجی، انگلیاں دانتوں میں دبائے، ڈائننگ روم کے دروازے پر ہی کھڑی رہ گئی اور وہ آگے بڑھ گئی۔ آنٹی نے گلے لگایا، سر چوما۔ پکڑ کے انکل کے برابر صوفے پر بٹھا دیا، وہ انگلیاں چٹخانے لگی۔

"بلقیس! ماہ نور کا ناشتا ادھر ہی لے آؤ۔" ماہ نور شپٹائی۔ انکار کرنا چاہتی تھی مگر انہوں نے کچھ پوچھا ہی نہ تھا۔ اس نے بھی غصہ مصلحت کے صندوق میں بند کیا اور ناشتا کرنے تک انکل اس سے ہلکی پھلکی بات کرتے رہے وہ بھی جواب دیتی رہی۔ آنٹی نے کچن سمیٹا اور چائے لے کر ان کے ساتھ شامل ہو گئیں۔ لگتا ہی نہ تھا کہ اس گھر میں کوئی شادی ہوئی ہے۔ ہر شے قرینے سے اپنی جگہ پر موجود...... ماہ نور فطری طور پر متوجہ ہوئی۔ سائرہ آنٹی خوب صورت خاتون تھیں۔ ماہ نور متاثر ہوئی، اور لاشعوری طور پر مطمئن بھی۔

☆☆☆

معاذ رات ڈھلے گھر لوٹا۔ انکل بھرے بیٹھے تھے۔ خوب گوشمالی کی۔ وہ خاموشی سے کھانا کھاتا رہا پھر......

"اماں، بابا! آپ سے بات کرنی ہے، ذرا آئیے گا۔" کہہ کر اسٹڈی روم میں گھس گیا۔ کال آئی تو وہ ادھر متوجہ ہو گئی۔ رات دیر تک وہ اسٹڈی روم میں ہی مصروف رہا، ماہ نور سو گئی۔

☆☆☆

معاذ نے آفس جانا شروع کیا۔ انکل نے یونیورسٹی۔ سائرہ آنٹی کہیں نظر نہ آئیں تو وہ گھبرا کے باہر نکل آئی۔ آنٹی لان میں پودوں کے ساتھ مصروف نظر آئیں تو وہیں چلی آئی۔ ستمبر کے ابتدائی دن تھے۔ ساون کی صبح ذرا ٹھنڈی سی تھی۔ ماہ نور کو لان بہت اچھا لگا۔ ہر قسم کے پھل کا درخت تھا، پھول بھی کافی تھے۔ اسپینش گھاس بہت مخملیں سی تھی۔ ماہ نور کو بے ساختہ اپنے گھر کا لان یاد آیا، جہاں موسمی پودے تو بڑے شوق سے لگائے جاتے مگر مصروفیات نے کبھی لان کو پررونق نہ ہونے دیا۔ ماما کا خیال تھا کہ لان کو ختم کر کے سوئمنگ پول بنوا لیا جائے مگر بابا متفق نہ تھے۔

ماہ نور بیٹا! کچھ چاہیے تھا؟" سائرہ آنٹی نے سفید گلاب کے پودے پر ایک سفوف چھڑکتے ہوئے پوچھا۔

"جی نہیں، میں تو ایسے ہی......" اس کی سمجھ میں نہ آیا کہ کیا کہے۔

"ذرا یہ سرخ گلاب تو دیکھیں۔ اگر کانٹ چھانٹ کی ضرورت ہے تو کر دیں ورنہ یہ گرو ڈور چھڑک دیں تنوں پر۔" وہ خاموشی سے پودے دیکھنے لگی۔ سائرہ نے جانچا وہ محنتی تھی، ذمہ دار اور صاف دل بھی۔ وہ اسے مصروف کرنا چاہتی تھیں، معاذ نے بھی یہی کہا تھا انہیں، اسے گھر پسند تھا۔ اچھا گھر اس کی کمزوری تھی اور وہ اسے گھر میں ہی مگن کرنے والے تھے۔ وہ اسے نارمل کرنا چاہتے تھے۔ آہستہ آہستہ، نہ بہت اچھی، نہ بہت بری۔ بس ایک عام انسان۔ اب وہ اسے عرق گلاب بنانا سکھا رہی تھیں اور وہ تندہی سے سیکھ بھی رہی تھی اور کامیاب لوگ وہی ہوتے

www.caretofun.net

گلے کا قیمتی ہار۔۔۔بنا رشتوں میں دراڑ

یہ کہانی پرانی روایات میں بندھے ایک ہی خاندان کے افراد کے گرد گھومتی ہے جن کو اپنی خاندانی حویلی کے بڑوں کی ضد، ہٹ دھرمی، تلخی، نفرت، سازش اور بے حسی کا خمیازہ بھگتنا پڑتا ہے۔ خاندان کے ان بڑوں میں سب سے نمایاں کردار ممتاز اور نور جہاں ادا کرتی ہیں، جو رشتے میں نند بھاوج ہیں۔ دونوں خواتین حویلی کے وارث اکبر علی کو خاندانی وراثت میں ملے سو سال پرانے ہار "نولکھا" کے عشق میں گرفتار ہیں۔ اس ہار کے حصول کی ضد اور تسلط کے چکر میں یہ دونوں خواتین اپنی اگلی نسلوں کی محبتوں اور رشتوں کو برباد کرنے سے بھی نہیں چوکتیں۔ حویلی کا انتظام اکبر علی نے بعد احترام اپنے سب سے بڑے بھائی انور علی کے سپرد کیا ہوا ہے جو باقی افراد کے درمیان آگ لگا کر اسے ہوا دیتا ہے تاکہ وہ اپنے مذموم مقاصد میں کامیاب ہو سکے۔ زین علی اکبر علی کا اکلوتا لاڈلا بیٹا ہے جو اپنی پھوپھی زاد کزن تحریم کو پسند کرتا ہے۔ تحریم ایک سلجھی ہوئی لڑکی ہے جو دقیانوسی باتوں پر یقین نہیں رکھتی۔ وہ بھی دل ہی دل میں زین کو پسند کرتی ہے۔ زین کی پھوپھو ممتاز بھی دونوں کی شادی کی خواہاں ہے لیکن اس شادی کو اپنے خاندانی ہار کے حصول کے وسیلے کے لیے استعمال کرنا چاہتی ہے۔ زین کی چچا زاد کزن شفق زین کی دلہن بننے کے خواب بچپن سے ہی دل میں بسائے ہوئے ہے۔ دراصل شفق کی ماں نور جہاں نے شفق کی آنکھوں میں یہ خواب سجائے ہیں یعنی کہ اس کی پیدائش کے بعد نور جہاں کے سسر [illegible] (مرحوم) نے اپنے اکلوتے پوتے زین سے بچپن میں ہی شفق کی بات پکی کروا دی تھی۔ نور جہاں کے شوہر کا انتقال ہو چکا ہے لیکن حویلی میں بہت رتبہ حاصل ہے۔ نور جہاں شفق کے ذریعے اس خاندانی ہار کا حصول چاہتی ہے۔ کیوں کہ روایت کے مطابق "نولکھا" زین کی بیوی کو ملے گا۔ شفق اور تحریم میں بہت اچھی دوستی اور پیار ہے۔ دونوں ایک دوسرے کے بغیر نہیں رہ سکتیں لیکن دونوں نے ہی زین سے متعلق اپنے دل کی بات ایک دوسرے سے چھپائی ہوئی ہے۔ دونوں میں بہنوں جیسا پیار ہے جو ان دونوں کی ماؤں کو کھٹکتا ہے۔ نور جہاں اور ممتاز ایک دوسرے کو اپنا ازلی دشمن سمجھتی ہیں۔ منگنی کی بات بتانے میں پہل شفق کرتی ہے تو تحریم کو احساس ہوتا ہے کہ زین سے شادی کر کے وہ شفق کے حق پر ڈاکہ ڈالے گی۔ تحریم شادی سے انکار کر دیتی ہے تو زین اپنی ضد پر اڑ جاتا ہے۔ شفق کو زین کے ارادوں کا پتہ چلتا ہے تو تحریم کی طرف سے اس کے دل میں بال آ جاتا ہے۔ شفق اور تحریم میں بہت دوریاں آ جاتی ہیں۔ زین کی حالت خراب ہوتی ہے تو شفق اپنے دل پر پتھر رکھ کر تحریم کو زین سے شادی کرنے پر راضی کرتی ہے۔ تحریم کی زین سے شادی کی صورت میں نولکھا ہار ممتاز کے ہاتھ لگ سکتا ہے۔ نور جہاں ہر ممکن کوشش کرتی ہے کہ وہ ہار حویلی میں واپس آ جائے لیکن بے سود۔۔۔ تحریم دل کے ہاتھوں مجبور ہے مگر شفق کا حق مارنے کا پچھتاوا اسے بے چین رکھتا ہے۔ شفق اور تحریم میں دوریاں کم نہیں ہو پاتیں۔ مخالفت کے جذبے سے دونوں اپنی اپنی ماؤں کی طرح ایک دوسرے کو اپنا ازلی دشمن سمجھنا شروع کر دیتی ہیں۔ نولکھا ہار کو حاصل کرنے کے لیے یہ خاندان تمام انسانی قدروں کو بھول کر بری طرح منتشر ہونے لگتا ہے۔ خون میں خون کے خلاف زہر پلنا شروع ہو جاتا ہے۔ دوستیاں دشمنی میں بدل جاتی ہیں۔ بدگمانی کے ناگ سر اٹھاتے ہیں اور انسانیت ذلت کے گڑھے میں گرنے لگتی ہے۔ ایسے میں کہانی میں ایک زبردست موڑ آتا ہے جہاں سے کہانی ایک ناقابل فراموش انجام تک پہنچتی ہے۔

نولکھا ہار کس کی قسمت میں لکھا ہے؟

آخر کار زین کو جیتنے میں کون کامیاب ہوگا۔۔۔ شفق یا تحریم؟

#TvOnePK

Tuesday 8:00pm

TV ONE

#TvOnePK

ABDULLAH KADWANI & ASAD QURESHI'S

نولکھا

کاسٹ: ثروت گیلانی، کرن حق، بشریٰ انصاری، بہروز سبزواری، مرزا زین بیگ،
گل رعنا، ثناء عسکری، حارث وحید اور ارجمند حسین۔

تحریر: ثناء شبیر، ریما علی سید۔ پروڈیوسر: عبداللہ کادوانی، اسد قریشی۔ ڈائریکٹر: شہزاد

ہیں جنہیں سیکھنے کا عمل ہمیشہ اچھا لگتا ہے۔

"آنٹی آپ نے میڈیسن میں ڈگری لی تو پریکٹس کیوں نہیں کی؟"

وہ لاؤنج میں چلی آئیں۔ آنٹی نے ہاتھ میں پکڑے جگ میں سے سیب کا جوس گلاس میں انڈیلا۔ اس کی معلومات پر حیران ہوئیں اور گلاس اسے تھمایا۔

"بس بیٹا! نا اہلی کہہ لیں یا کچھ اور...... میں دراصل دہری ذمہ داریوں سے ہمیشہ کتراتی ہوں۔ میرے امی، ابا، بہن، بھائی سب ڈاکٹرز۔ سب نے مجھے زبردستی اس تعلیم میں دھکیلا، حالانکہ میں تو شروع سے ہی لان، کچن اور بیک یارڈ (پچھلا صحن) کی دیوانی تھی۔ اسٹور روم میں گھس کر اس کی صفائی کرنا بلکہ صفایا کرنا" ہنستے ہوئے "وہاں سے جو کچھ ملتا میں — اپنے کمرے کی دیواروں سے چپکا دیتی، رفتہ رفتہ میرا کمرہ...... کمرہ کم، عجائب گھر زیادہ دکھنے لگا مگر مجھے گھر سے جنونی سا عشق تھا اور ابھی بھی یہ عشق قائم ہے۔ بہت ٹیلنٹڈ ہوتی ہیں وہ عورتیں جو گھر اور جاب ساتھ ساتھ لے کر چلتی ہیں مگر میں صرف اس گھر میں قید رہنا چاہتی ہوں۔ لوگوں کو یہ سوچ حیران کرتی ہے مگر کیا کیا جائے، ہماری سوچ ہی کنویں کے مینڈک جتنی ہے جس کا سارا آسمان صرف یہ گھر ہی ہے۔" ماہ نور ہنستی رہی۔ کیا رب نے اتنے حالات سے اس لیے گزارا کہ وہ اس گھر میں آسکے۔ ایسے گھر کی خواہش تو ہمیشہ سے اس کے اندر تھی۔ وقت بھی نہیں چاہتا کہ کوئی اس کی دو پاٹوں والی گھومتی چکی سے نکلے۔ ماہ نور کے لیے کوئی بھی فیصلہ مزید مشکل ہو گیا۔

چلو آؤ، تمہیں بیک یارڈ دکھاؤں۔ معاذ کہتا ہے پنجاب کی پچھتر فیصد کاشتکاری ہمارے بیک یارڈ میں ہی ہوتی ہے اور وہ ایسا تب کہتا ہے جب...... آوازیں مدھم ہوتی گئیں۔ ماہ نور کی سوچ کو روک دیا گیا تھا۔

☆☆☆

ساون کبھی چھاجوں چھاج برستا تو کبھی دھرتی کو پیاس سے پاگل کیے رکھتا۔ آج بھی موسم میں پھر سے کچھ اترنے کو تھی۔ سورج بھی آج بادلوں کے تیور جانچ کے افق پار منہ چھپائے بیٹھا تھا۔ ہوا تیز تھی۔ ماہ نور ٹیرس کے کاؤچ پر بیٹھی تھی، چائے کا کپ قریب دھرا تھا۔ سامنے والے بنگلے میں مسز احمد اپنے بیٹوں کے ساتھ مگن تھیں۔ جب وہ گھر کے اندرونی حصے کو بڑھ گئے تو وہ سر جھٹک کے سیدھی ہوئی۔ آج وہ کچھ زیادہ ہی اداس تھی۔ عبید انکل اس کی کتابیں لے آئے تھے اور یونیورسٹی ساتھ چلنے کا حکم نامہ بھی تھمایا تھا۔ وہ شدید مشکل کا شکار نظر آئی، کیا کرتی؟ علوینہ، زارا، امجد کا سامنا کیسے کرتی۔ دوسروں کو جلد شادی کی وجہ کیا بتاتی۔ اس کے لیے میتھ فیلڈ سائنٹسٹ بننا تو جیسے خواب ہو گیا۔ اب وہ گھر میں مگن ہونا چاہتی تھی تو پھر سے اسی مقام کی طرف دھکیلنا شروع کر دیا گیا تھا۔

اس نے سر ہاتھوں میں گرالیا۔ معاذ سے تعلقات ہنوز سرد تھے۔ وہ اسٹڈی روم میں سوتا، کمرے کی صرف وارڈ روب استعمال کرتا۔ وہ نارمل ہونا بھی چاہتی تو بہت سے مسائل سر اٹھائے کھڑے تھے۔ اک ذرا سی غلط فہمی نے زندگی کو آزمائشوں کے سپرد کر ڈالا تھا۔ آہٹ پر اس نے سر اٹھایا، سائرہ کاؤچ کی دوسری جانب بیٹھی تھیں۔

"آپ پریشان ہیں بیٹا؟ کوئی پرابلم ہے تو حل کر لیتے ہیں۔" انہوں نے اس کے بال سہلائے، ماہ نور کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں۔ کچھ توقف کے بعد وہ بھاری آواز سے آہستہ آہستہ سب بتانے لگی۔

"اب ا ن حالات میں آپ بتائیں کہ میں کیا کروں؟ کیسے سب کا سامنا کروں؟ اس سب میں بھلا میرا کیا قصور؟" آخر میں وہ جھنجلائی۔

"آپ دراصل اس لڑکے سے خوف زدہ ہیں، اس کا سامنا کرنے سے ڈر رہی ہیں۔ بیٹا! ریسرچ یہ کہتی ہے کہ مرد کا محرک اس کی آنکھ ہے۔ عورت کو دیکھتے ہی اس کے اندر لاشعوری طور پر تبدیلیاں ہوتی ہیں، وہ تبدیلیاں فطری ہیں۔ اگر آپ کو سن الرجی ہے تو کیا سورج بجھا دیں گی؟ نہیں...... بلکہ کوئی راستہ ڈھونڈیں گی اس سے بچنے کا۔ اب وہ کیا راستہ ہو گا یہ آپ پر منحصر ہے۔ مگر زندگی میں آگے بڑھنا، کامیابیوں میں سے اپنا حق وصولنا آپ کا حق ہے۔ زمانے کے خوف سے آپ کو اپنی منزل نہیں بدلنی چاہیے، ہاں اگر راستہ تکلیف دیتا ہے تو اسے چھوڑ کر کسی اور راستے ہو لیں۔ مگر فیلڈ سائنٹسٹ تو آپ کو بننا ہی ہو گا۔ یہ میرا، آپ کے انکل اور معاذ سب کا مشترکہ خواب ہے۔" وہ مسکرائیں۔

"بیٹا! زندگی میں دوبارہ کبھی مت سوچیے گا کہ زندگی میں آپ کے ساتھ ہی ایسا کیوں ہوا۔ زندگی سب کو ایک سا سوال نامہ نہیں دیتی کہ جس پر ایک سا نیا تلا فارمولا لگایا اور...... سوال و پرچا ختم۔ زندگی سب کو الگ الگ سوالات سے دوچار کرتی ہے اور فیصلہ آپ پر چھوڑ دیتی ہے کہ کون سا فارمولا لگا کر اسے حل کرنا ہے۔" سائرہ آنٹی نے اسے خود سے لگایا، پھر اٹھیں۔

آنٹی!" اس نے پکارا۔ وہ رکیں۔ "آنٹی! عورت کا کیا ہوتا ہے؟" وہ معصومیت سے پوچھ رہی تھی۔

"کان۔" وہ بولیں۔

کیا؟ وہ حیران ہوئی۔

"کان ہوتے ہیں بیٹا! جو مرد جتنا چرب زبان ہو گا، خواتین میں اتنا ہی مقبول ہو گا۔ عورت مرد کی آنکھیں، گال، ہونٹ نہیں دیکھتی...... وہ اس کی باتوں پر، وعدوں پر مٹ جاتی ہے۔" ماہ نور نے مسکرا کر ان کی پیروی کی۔

☆☆☆

اس نے یونیورسٹی جانا شروع کیا۔ خود کو بڑی سی سیاہ چادر میں چھپا لیا۔ اس کے بدلے ہوئے رنگ دیکھ کر سب الجھ گئے۔ سب سمجھے کہ شوہر دقیانوسی سوچ والا ہے۔ دل آزاری کے خوف سے خاموش رہے۔ زارا اور علوینہ بھی اس کی سنجیدگی دیکھ کر محتاط رہیں۔ صالحہ اور کبیر احمد اسے دیکھ کر حیران رہ گئے۔ صالحہ نے اپنی ناگواری کو دبایا اور اپنے آفس میں بلا کر سمجھاتی رہیں۔ ماہ اور ماہ رخ نے اسے معاذ کی محبت سمجھا۔ اس سب کے باوجود ماہ نور نے خود کو پرسکون محسوس کیا۔

صالحہ اسے گھر آنے کی دعوت دیتی رہیں تاکہ حالات جان سکیں۔ کبیر احمد کے آنے پر وہ اٹھ گئی۔

☆☆☆

اتوار کا دن تھا۔ فراغت کے لمحات میں سب ہی سستی دکھا رہے تھے۔ انکل دوستوں سے ملاقات کے بعد اب اسٹڈی روم میں بیٹھے تھے۔ ماہ نور فریش سی اپنی کچھ کتابیں لیے لاؤنج میں چلی آئی۔ معاذ کمرے سے نکل کر فون پر بات کرتے ہوئے صوفے پر نیم دراز ہوا۔ اب وہ چینل بدلنے میں مصروف تھا۔ ماہ نور کو کوفت سی ہوئی اسے دیکھ کر۔

وہ بہت نفیس طبیعت کا تھا، ان لوگوں میں سے تھا جو رات کو بھی سفید بے شکن لباس اور بال باقاعدہ سیٹ کر کے سوتے ہیں۔ طبیعتاً بھی سلجھا ہوا تھا، شاور لیتا تو باہر نکلنے سے پہلے واش روم باقاعدہ وائپ کرتا۔ اپنے میلے کپڑوں، موزوں کو ان کی مخصوص جگہ پر رکھتا۔ کھانے کے بعد ایکسکیوز کرتا پھر جگہ چھوڑتا۔ برتن یہاں وہاں کبھی نہ چھوڑتا، گویا وہ مہذب قسم کا شخص تھا۔ بس ایک خرابی تھی وہ جہاں، بیٹھتا وہیں آرکیٹیکچر کی کتابیں پھیلائے رکھتا۔ بہت دنوں کے مشاہدے کے بعد وہ بالآخر جان ہی گئی، وہ شعوری طور پر کتابیں پھیلاتا تاکہ وہ جہاں بیٹھے اسے پڑھنے کے لیے کوئی کتاب میسر ہو۔ وہ اس بات حیران ہوئی تھی، اب وہ عفان سے کچھ بات کر رہا تھا، سامنے کچھ فائلز کھلی تھیں۔

"اچھا عفان! فاروقی فیبرک اسٹورز کا کنٹریکٹ ملا ہے چھ شہروں میں۔ ہاں میں تمہیں الیویشن ویو ای میل کرتا ہوں۔ کالمز کی ترتیب اور ان کا ڈایا میٹر حمزہ کو کہو فوراً کیلکولیٹ کرے پھر میں فاؤنڈیشن لے آؤٹ بنا کے کل آفس کے بعد ملتا

www.caretofun.net

ہوں۔ اچھا سنو، بائم 8-4 کا ہے اور لافٹر ون بائے ون کا۔ حمزہ سے تفصیلی بات کرنا، نہیں یار! چھٹی نہیں کرسکتا۔ کل آواری کا گراؤنڈ فلور دیکھنے جانا ہے، ان کا پہلے تھائی گراؤنڈ فلور تھا اب اطالوی کرسٹل فلور بنوا رہے ہیں۔ نقیب صاحب نے اس بار پھر مجھے اسائن کردیا ہے، اب دیکھو......"

باتیں کرتے ہوئے وہ اٹھ گیا تو ماہ نور تیزی سے کھلی ہوئی فائلز تک آئی۔ وہ مختلف نقشے دیکھنے لگی، خاصی بھاری بھرکم تعمیراتی اصطلاحات تھیں جو اس کے سر کے اوپر سے گزر گئیں، وہ مزید الجھ گئی۔ اٹھ کے واپس اپنی جگہ پر آئی۔ عبید انکل کمرے سے نکل کر آئے تو وہ تیزی سے ان تک آئی۔

"انکل یہ اِل لیگل ہے ناں۔ کمپنی کے ساتھ وعدہ خلافی۔ مطلب اپنی کنسٹرکشن کمپنی چلاتا۔" عبید انکل مسکرائے۔

"بیٹا! یہ تو شیڈز ہیں، مطلب کینیڈین طرز تعمیر پر ہے۔ بڑے بڑے شاپنگ مالز اور اسٹور رومز اور آفسز۔ یہ بہت مختلف طرز کے ہوتے ہیں، ان کی تعلیم بھی الگ ہے۔ معاذ نے کینیڈین یونیورسٹی "کے جے یو" سے ڈیڑھ سال کی ڈگری لی ہے۔ کمپنی کو اس پر بھلا کیا اعتراض ہوگا۔" وہ ہنسے۔ "اور آپ کو لگا اِل لیگل کمپنی چلاتا ہے وہ...... ارے اتنی ہمت نہیں ہے، ہمارے بیٹے میں۔ خاصا ڈرپوک سا ہے۔"

کمرے سے نکلتے معاذ کو دیکھ کر شرارت سے بولے۔ ماہ نور پریشان ہوئی، اگر انکل نے راز کھول دیا تو......؟ اتنے میں ڈور بیل بجی۔ معاذ ادھر گیا۔ دروازہ کھولنے پر ایک نسوانی چیخ سنائی دی اور معاذ کی آواز۔

"عمائمہ باجی!" انکل اور ماہ نور قدرے پریشان سے دروازے کی طرف گئے۔ داخلی دروازے کی قریب اٹھائیس تیس سالہ قدرے فربہی مائل، سرخ وسفید لڑکی آنسو آنکھوں میں بھرے معاذ کے پہلو سے لگی کھڑی تھی۔ بچوں کو معاذ بہت پیار کررہا تھا۔ انکل اور آنٹی نے بھی کم وبیش معاذ والا ردعمل دکھایا۔ وہ بے تحاشا خوش نظر آرہے تھے، اسے لیے ڈرائنگ روم میں چلے گئے۔

معاذ ابھی بھی دونوں بچوں کو اٹھائے ان کے بال بار بار چوم رہا تھا۔ اسے بچے بہت پسند تھے اور معصب اور خشم میں تو اس کی جان تھی۔

"ماذ از شی یور ڈارلنگ؟" چھوٹے لڑکے نے آنکھیں پٹپٹا کے کہا۔ معاذ کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔

"مائے گاڈ خشم کو ابھی بھی یاد ہے؟ ہاں یہی ہے ناں ڈارلنگ! کیوں اچھی ہے؟"

وہ قریب سے گزرتا خشم سے پوچھ رہا تھا۔ ماہ نور سرخ ہوگئی۔

"یاہ کوائٹ بٹ شی از ٹوتھن (ہاں بہت مگر یہ تپلی ہے)۔" معاذ نے ایک بار پھر قہقہہ لگایا۔

"پھر میں اب کیا کروں؟" وہ نجانے کیوں ٹھنڈی سی ہوگئی۔ بچوں کے تبصرے سے خائف وہ ڈرائنگ روم میں جانا ہی نہ چاہتی تھی۔ بلقیس اسے بلانے چلی آئی تو وہ ہاتھ مسلتی ہوئی اندر داخل ہوئی۔ عمائمہ نے بغور دیکھا۔ وہ ان کو سلام کرکے دروازے کے پاس والے صوفے پر بیٹھ گئی۔

"اف کتنی کیوٹ ہے یہ تائی اماں! کہاں سے ملی؟" وہ ہنستے ہوئے پوچھ رہی تھی۔ سائرہ آہستہ آہستہ کبیر احمد کی فیملی کا بتانے لگی۔ اب عمائمہ سب سے شکوہ کررہی تھی کہ وہ تین ماہ کے لیے ماریشس کیا گئی آپ نے پیچھے سے شادی بھی نبٹالی۔ معاذ اور سائرہ آنٹی وضاحتیں دے رہے تھے۔ انکل بار بار اسے خود سے لگاتے، ماہ نور خاموش بیٹھی رہی۔ معصب اور خشم اسے دیکھ کر مسکراتے پھر معاذ کے کان میں کچھ کہتے۔ وہ ہنسی ضبط کرنے کے چکر میں گلابی ہوجاتا۔ سائرہ آنٹی اٹھ کر کچن میں چلی گئیں۔ انکل کا ضروری فون آگیا۔ معاذ قدرے کھسک کر عمائمہ کے اور قریب ہوگیا۔ دونوں پکی سہیلیوں کی طرح باتیں کرنے لگے۔

"کیسا رہا تمہارا ٹور؟"

"کیسا رہنا تھا، تمہیں پتا تو ہے یاسر کا۔ کہیں شاپنگ یا آؤٹنگ کا کہنے پر ہزار بار سوچتے ہیں اور ہر بات پر ٹوکتے ہیں۔ بس میں تو تھک گئی۔"

"کیوں ہر وقت یاسر کو کنجوس کہتی ہیں۔ وہ کفایت شعار ہے اور بس۔ ایک سیلف میڈ آدمی ہے۔ میرے سامنے ہی تو زیرو سے شروع کیا تھا اس نے۔ لنچ کے نام پر صرف دو گلاس پانی پیتے ہی دیکھا ہے اسے اور آج وہ بزنس امپائر بنائے بیٹھا ہے مگر آپ بالکل تعاون نہیں کرتیں اس سے۔"

"میری تو چلتی ہی رہے گی تم اپنی سناؤ۔ بیوی تو بالکل نہیں بولتی تمہاری۔" معاذ نے ٹھنڈی آہ بھری۔

اس کے سب جھوٹ سچ سہی محسن
شرط اتنی ہے وہ بولے تو سہی

وہ گھبرا کے اٹھی اور آنٹی کے پاس کچن میں چلی آئی۔ سلاد بنانے لگی۔ آنٹی کا موضوع سخن عمائمہ کی ذات ہی رہی۔

"بہت محبت کرتا ہے یاسر اس سے۔ ہتھیلی کا چھالا بنا کے رکھا ہوا ہے۔ یہ بھی بہت چاہتی ہے اسے، اس کے بغیر کہیں جا کر رات رہنا محال ہے اور اگر وہ کہیں چلا جائے تو دوسرے دن ہی رونا شروع۔

وہ دوسرے دن ہی واپس آجاتا ہے۔ ہمیشہ ناشکری رہتی ہے یہ۔ میں سمجھا سمجھا کے تھک گئی ہوں کہ مرد ہر قسم کی عورت کو دل میں بسا سکتا ہے مگر بدزبان اور ناشکری عورت کے لیے یہ آفر محدود مدت کے لیے ہوتی ہے۔ پھر ایسی عورت کو مرد گھر میں تو جگہ دے دیتا ہے مگر دل میں ہرگز نہیں۔"

ماہ نور کے ہاتھوں سمیت دل بھی تھم گیا۔ گھر میں تو وہ بھی کسی کے رہ رہی تھی اور دل...... جو عورت مرد کے گھر میں رہے بنا اس کے دل میں رہے۔ وہ عورت کیا ہوتی ہے، میں کیا کرتی رہی؟ مجھے کیا کرنا تھا؟ سب گڈمڈ ہوگیا ہے۔ میری سوچ، میرے انداز، میرا دل تک بدل گیا ہے۔ مجھے تو کیا ہے کیا کرنا تھا اور میں خود کیا سے کیا ہوگئی۔ میں کچھ بھی نہیں کرسکتی، واقعی کچھ نہیں کرسکتی۔ خودترسی ایک بار پھر عود کر آئی۔ دنیا میں سب سے ناکام شخص وہ ہے جو خودترسی کا شکار ہے۔ وہ بھی خود کو ہمیشہ مظلوم ہی دیکھنا چاہتی تھی۔

☆☆☆

ماہ نور کے بی ایس میتھمیٹکس کا آخری سمسٹر شروع ہوا تو انکل ابھی سے کچھ معتبر ادارے دیکھنا شروع ہوگئے اور شام کو وہ انکل کے ساتھ ٹاک شو دیکھتے ہوئے خود کو زیربحث لانے پر شرمندہ ہوتی کہ اپنی سوچوں کو وہ خود جانتی تھی۔

"آج وہ سائرہ آنٹی سے پیزا کی "ڈو" بنانا سیکھ رہی تھی۔" دوپٹہ ٹشو پیپر اسٹینڈ پر پڑا تھا۔ آمیزہ سانچے میں ڈال کے وہ اوون میں رکھنے لگی۔ معاذ آفس سے لوٹا تو عادتاً کچن میں جھانکا۔ ہاتھ میں تھامے فولڈرز، کچھ تعمیراتی اسکیلز اور لیپ ٹاپ لاؤنج میں صوفے پر رکھے اور شرٹ کی آستین فولڈ کرتا کچن میں آیا۔

"السلام علیکم! بڑی اچھی خوشبو آرہی ہے اماں! کیا بنارہی ہیں؟" ایک ہاتھ سے ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کرتا، جواب کا انتظار کیے بنا وہ دوسرے ہاتھ سے ڈھکن اٹھا کے خود دیکھنے لگا۔ ماہ نور نے بغور اسے دیکھا۔ اب وہ کاؤنٹر سے گلاس اٹھا کے سنک میں دھونے لگا تھا ـــــــ ہر روز آفس سے آنے کے بعد وہ معمولی سے معمولی تبدیلی کی بھی وجہ پوچھتا، فوراً متوجہ ہوتا۔ فریج سے پانی کی بوتل لیے اس کے سامنے کچن ٹیبل کے گرد بیٹھا۔

"اور تم پارٹنر...... تم کیوں اتنی گلابی ہورہی ہو؟" ماہ نور اپنا دوپٹہ اٹھانے لگی۔ سائرہ آنٹی سلاد کی پلیٹ اس کے سامنے رکھتے ہوئے بولیں۔

"یہ آج پیزا کی ڈو بنانا سیکھ رہی ہے۔" وہ ستائشی انداز میں ابرو اٹھا کے سلاد کی طرف متوجہ ہوگیا۔ اوون کی اطلاعی گھنٹی بجی تو وہ اٹھ کے دیکھنے لگی۔ سائرہ آنٹی اور معاذ بیک وقت متوجہ تھے لیکن وہ یونہی جھجی کھڑی رہی۔ سائرہ آنٹی آگے آئیں۔

"ماہ نور! بیٹا ایسے کیوں کھڑی ہو؟" انہوں نے

کندھوں سے تھام کر رخ موڑا۔ وہ بے جان سی پلٹی۔ ہاتھ میں پیزا والی ٹرے تھی اور آنکھوں سے ٹپ ٹپ سیال گر رہا تھا، سائرہ آنٹی پریشان ہوئیں۔

"ایسے کیوں رو رہی ہو، کیا ہوا؟" معاذ بھی اپنی جگہ سے اٹھا۔ وہ آج تک بھی اس کے سامنے نہ روئی تھی مگر یہ آنسو کئی دنوں کی کشمکش کا نتیجہ تھے۔

"یہ خراب ہو گئی۔" آہستہ سے بتایا۔ "ڈو لکڑی کا تختہ بنی ہوئی تھی۔ معاذ نے بے ساختہ اپنی مسکراہٹ چھپائی۔ آج وہ پھٹ پڑی۔

"میں زندگی میں کچھ نہیں کر سکتی۔ کچھ بھی نہیں۔ جو کرنا چاہتی ہوں ہمیشہ الٹ ہو جاتا ہے۔ میں نے ۔۔۔ اتنا نقصان کیا آپ کا۔ میری قسمت ہی ایسی ہے۔" الفاظ بے ربط تھے، جملے بے ترتیب۔ مزید الفاظ بولنا اس کے لیے قیامت ہو گیا۔ وہ کرسی پر دھم سے بیٹھی اور پھوٹ پھوٹ کے رونے لگی۔ سائرہ آنٹی اسے پیار سے چپ کروا رہی تھیں۔

"ابھی تم نے کہا کہ تمہاری قسمت ہی خراب ہے۔ محترمہ آنکھیں کھول کر دیکھو اور ذرا سوچو ان لوگوں کے بارے میں جن کو ڈو کے لفظی معنی اور تعریف تک معلوم نہیں۔ لیکن اللہ نے تمہیں اتنا نوازا ہے کہ کل رات تک بھی یہاں کھڑی مشق کرتی رہو تو تمہیں کسی چیز کی کمی نہیں۔ یہ تمہارا گھر ہے، اسے سرائے سمجھنا چھوڑ دو اور اپنی اس خودترسی کی عادت کو بھی۔"

وہ ڈانٹنے والے انداز میں کہہ رہا تھا۔ ماہ نور کے آنسو خشک ہو گئے، بس ہچکیاں لگتی رہی۔ وہ ڈگ بھرتا باہر نکل گیا۔ آنٹی اسے پیار سے سمجھانے لگیں مگر وہ معاذ کے رویے پر اٹک گئی تھی۔

☆☆☆

دن خاموشی سے گزرتے رہے۔ نومبر بھی آدھا گیا تو رات کی دیکھا دیکھی دن نے بھی اپنے اطوار و لہجے میں سرد پن بھر لیا۔ ماہ نور مگن تھی بلکہ خوش تھی۔ یہ گھر اس کے لیے ایسی بھول بھلیاں ثابت ہوا تھا جس میں گم ہو جانے کا خود جی چاہے۔ پانچ ماہ پہلے کی سوچیں اسے شرمندہ کرتیں، بالآخر میں نے جان لیا کہ زندگی میں کچھ چیزیں حادثات کے نتیجے میں ہی مل جاتی ہیں۔ جیسے ہیروں کی کانیں اکثر کوئلے کی کانوں میں چھپی ہوتی ہیں، ویسے ہی اللہ ہمیں بھی کبھی کسی ہولناک حادثے کی پیکنگ میں بہت خوش گوار تحفہ عنایت کرتا ہے۔ شرط صرف اتنی ہے کہ اس بظاہر زحمت نظر آنے والی چیز کو رضا سمجھ کے قبول کر لیا جائے تو ماہ نور نے آخرکار یہ سمجھ ہی لیا۔

کبھی کبھی جب وہ اپنے اور معاذ کے بارے میں سوچتی تو اسے گھٹن سی ہوتی۔ وہ بے چین ہو جاتی پھر "جو ہوگا دیکھا جائے گا۔" بھرا تھپکا خود کو دے کر حقیقتوں کو فراموش کر دینی چاہیے۔ یہ فراموشی کچھ دن کے لیے ہی ہوتی، صالحہ اور کبیر احمد بھی کبھی چکر لگا لیتے۔ ماہ نور بھی سائرہ آنٹی اور عبید انکل کے ساتھ دو چار بار گھر گئی مگر وہاں وہی بے ترتیبی اور بناوٹ دیکھنے کو ملی۔ امجد سے یونیورسٹی میں ایک دو بار سامنے پہ وہ اعتماد سے نظر انداز کرتی گزر گئی۔ علوینہ نے امجد کی طرف سے معافی مانگنا چاہی تو وہ سب بھول چکی ہے کہہ کر آگے بڑھ گئی۔

ان پانچ ماہ میں وہ اپنی آدھی زندگی کا نچوڑ سیکھ چکی تھی۔ سوچ میں ٹھہراؤ آ گیا تھا۔ وہ نارمل دماغی حالت میں آ چکی تھی۔ اس سب کی وجہ اس گھر کے لوگوں کا دانش مندانہ سلوک تھا جو وہ اس کے ساتھ برتتے رہے۔ ہر شخص کے پاس زندگی میں ایک بار یہ موقع ضرور آتا ہے کہ جب کسی کو راکھ یا خاک کرنا اس کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ اس لمحے کو ہمیشہ مسیحائی کے پیش نظر استعمال کریں کیونکہ اللہ مسیحائی ہر ایک کو نصیب نہیں کرتا۔

☆☆☆

سائرہ آنٹی کے بہن بھائی پورے یورپ میں پھیلے ہوئے تھے مگر آبائی گھر مانسہرہ میں تھا۔ آنٹی کے بڑے بھائی مستقیم کی طبیعت اچانک بگڑ گئی تھی۔ اب صحت یابی کے بعد سب مانسہرہ اکٹھے ہو رہے تھے جہاں وراثت کی تقسیم ہونا تھی۔ سائرہ آنٹی بہت خوش تھیں۔ انکل نے بھی یونیورسٹی سے چھٹیاں لے

www.caretofun.net

لیں اور اب وہ پیکنگ کر رہی تھیں، ماہ نور افسردہ سی مدد کروا رہی تھی۔

"ماہ نور بیٹا! ایسے کیوں کر رہی ہیں؟ میں وہاں بھی پریشان ہی رہوں گی۔ اگر مڈٹرمز نہ چل رہے ہوتے تو مجھے یوں اکیلا نہ جانا پڑتا، میں جلد آ جاؤں گی۔"

وہ سچ میں پریشان تھیں۔ ماہ نور اور معاذ کے تعلق سے بخوبی واقف تھیں مگر عبید خاقانی انہیں کچھ وقت دینا چاہتے تھے، اس لیے وہ خاموش رہیں۔

"اماں، بابا! اب پلیز، فلائٹ کا ٹائم ہونے والا ہے ورنہ ہمیشہ کی طرح الزام مجھے ہی دیا جائے گا۔"

معاذ کلائی پر بندھی گھڑی سے وقت دیکھتا بولا۔ بلقیس سامان گاڑی میں رکھنے لگی۔ سائرہ ماہ نور کو خاص ہدایت دینے لگیں کہ وہ روز صبح معاذ کو ادرک کی چائے ضرور دے کیونکہ دسمبر میں اس کا استھما بگڑ جاتا ہے، وہ سر ہلانے لگی۔ گاڑی میں انتظار کرتا معاذ ہارن بجانے لگا۔ انکل آنٹی اسے پیار کرتے گاڑی میں جا بیٹھے۔ ماہ نور داخلی دروازے کے پاس ایسے کھڑی تھی جیسے ایک ننھا بچہ جس کے والدین اسے ہاسٹل میں چھوڑ کے واپس جا رہے ہیں۔ گاڑی پورچ اور پھر گیٹ سے بھی نکل جانے کے بعد تک وہ ہاتھ ہلاتی رہی۔ بلقیس کا شوہر (چوکیدار) گیٹ بند کر کے اس سے بات کرنے لگا۔ وہ واپس مڑ گئی، سارا گھر سائیں سائیں کر رہا تھا۔

☆☆☆

دو دن خاموشی سے گزر گئے۔ سردی کی شدت میں مزید اضافہ ہوا۔ سورج جیسے طویل رخصت پر تھا۔ اندھیرا دن کو بھی نگاہیں زمین پر گاڑے ستاتا رہا۔ ماہ نور بخوبی سب کام کر رہی تھی۔ معاملہ تب بگڑا جب بلقیس واش روم میں گر کے ٹخنے کا فریکچر کروا بیٹھی۔ ماہ نور صحیح معنوں میں گھبرا گئی۔ رشید پلاسٹر چڑھنے کے بعد بلقیس کو گاؤں لے گیا۔ معاذ اس کی دھواں دھواں شکل سے اس کی مشکل کا اندازہ کر رہا تھا جب ہی تقریباً اپنا ہر کام خود کرنے لگا۔ وہ باقاعدگی سے کمرے کے دروازے سے ہاتھ بڑھا کر بیڈ ٹی اسے تھما دیتی اور کھانا وقت پر لگا دیتی۔

بادلوں نے یک لخت تیور بدلے اور فلک پر چڑھائی کر دی۔ ایسے میں سورج اپنے اتحادیوں سمیت کہیں روپوش ہو بیٹھا۔ بادل اسے للکارنے کے انداز میں گرجتا، رات کے آٹھ بج گئے تھے اور معاذ آج کچھ زیادہ ہی لیٹ ہو گیا تھا۔ ماہ نور نے کھانا میز پر لگا دیا اور اپنی کتابیں لیے لاؤنج میں آ بیٹھی۔ وہ بار بار شیشے کی دیوار سے باہر دیکھتی، وہ آیا، ماہ نور کا سرخ پڑتا چہرہ دیکھ کے پشیمان ہوا۔ کوٹ اتار کے صوفے کی پشت پر رکھا۔ سویٹر درست کرتا بولا۔

"معذرت چاہتا ہوں تھوڑی دیر ہو گئی۔ دراصل آفس کی شفٹنگ ہو رہی ہے کہیں اور، کام جلد مکمل کروانا ہے بس اسی لیے دیر ہو گئی۔" جوتے اتارتے ہوئے اس کے تاثرات بغور دیکھے، وہ چیخی۔

"اگر آپ ساری رات بھی گھر نہ آتے تو کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ میں اکیلی رہ سکتی ہوں۔" لہجہ "میں اکیلی رہنا چاہتی ہوں" والا تھا۔ معاذ نے بے ساختہ جبڑے بھینچے اور اٹھ کر کچن کی طرف گیا۔

ماہ نور نے کوفت سے کوٹ اور شوز کو دیکھا۔ وہ پلٹا۔ کوٹ اور جوتے اٹھائے اور کمرے سے چلا گیا۔ کھانا یوں ہی پڑا تھا، ماہ نور ہونٹ کاٹتی وہیں بیٹھی رہی۔

☆☆☆

اگلی صبح سورج کسی بھی زحمت سے بالاتر رہا۔ بارش شروع ہو گئی۔ ماہ نور کے مڈٹرمز ختم ہوئے۔ دماغ پرسکون ہو گیا۔ انکل آنٹی کو فون کیا، آنے کی تاکید بھی۔ پھر ماہم سے بات کی، باقیوں سے بھی۔ لاؤنج میں لیٹے لیٹے آنکھ لگ گئی۔ جب کپکپاہٹ سے اٹھی تو شام کے ساڑھے چھ ہو چکے تھے۔ کھانا بنایا، کباب فرائی کیے، سلاد بنایا تو آٹھ بج گئے۔ وہ لاؤنج میں آ گئی، ٹیلی ویژن چلا لیا۔ بارش شیشے کی دیوار پر دستک دینے لگی، وقت بڑھتا جا رہا تھا اور گھبراہٹ بھی۔ اچانک بجلی چلی گئی۔ سناٹا عود کر حملہ آور ہوا، وہ جنریٹر دیکھنے کے لیے اٹھی تو بے ساختہ

کسی چیز سے جا ٹکرائی اور درد سے دوہری ہوگئی۔ خوف، دکھ، اکیلے پن کا پچھتاوا...... دیواروں کا سہارا لیتی صوفے پر آئی اور دبک کے بیٹھ گئی۔

پاؤں کے انگوٹھے سے خون رستا محسوس ہوا، وہ گھٹنوں میں سر دیے سسکنے لگی۔ پورے گھر میں خاموشی اور باہر ہوا کی سائیں سائیں بارش کی تڑتڑ، وہ باقاعدہ کانپنے لگی۔ ماحول کی پراسراریت بڑھ گئی۔ ماہ نور نے موبائل ڈھونڈنے کی کوشش کی پھر ناکام ہو کر گھٹ گھٹ کے رونے لگی۔

پھر رونے میں اور خوف میں شدت آگئی تب کسی نے دروازہ دھڑ دھڑایا......

☆☆☆

نو بج رہے تھے اور شیخوپورہ روڈ کا ٹریفک جام جوں کا توں تھا۔ اس طوفانی بارش میں سارے ملک کی ٹریفک نے جیسے اسی شاہراہ سے لاہور میں داخل ہونا تھا۔ سینکڑوں گاڑیاں چیونٹی کی رفتار سے رینگتی متاثرین کا ضبط آزما رہی تھیں۔ ان گاڑیوں میں ایک سلور گرے کرولا بھی تھی۔ گاڑی میں بجتا دھیما سا انگریزی گانا دونوں مسافروں کے لیے متضاد اثر لیے ہوئے تھا۔

"یار نیہا اتنی جلدی ناراض مت ہوا کرو۔ مزدور بندہ ہوں، محنت بھی تو تمہارے لیے کرتا ہوں ناں، اچھا سنو......"

عفان فون پر مصروف تھا۔ منگیتر سے ہونے والی لڑائی آج اس موسم میں انجام پذیر ہونے پر وہ تو گاڑی سے اتر کے بھنگڑا بھی ڈال سکتا تھا جبکہ معاذ ضبط کے آخری مرحلوں میں تھا۔ وہ بھی اتنا بے بس نہ ہوا تھا جتنا آج تھا۔ وہ گاڑی سے اتر کے بھاگنا چاہتا تھا۔ بار بار گھڑی دیکھتا، وہ ماہ نور کو کال کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ کم از کم اسے وجہ تو بتا دے۔ پھر ٹیکسٹ کرنے لگا۔ کوئی رسپانس نہ دیکھ کر اس کا دل عفان کو گاڑی سے دھکا دینے کو چاہا۔

"اوہ خدا...... کیا کروں؟"

اس کی فکروں سے بے فکر گاڑیاں ابھی بھی رینگ رہی تھیں۔

☆☆☆

کسی نے دروازہ دھڑ دھڑایا۔ ماہ نور کا دل جیسے رک سا گیا۔ وہ اور زور سے رونے لگی، نجانے کیوں یہ خوف اس کی رگیں کاٹ رہا تھا۔ کچھ دیر بعد کوئی دروازہ کھول کے اندر آیا، ماہ نور نے دم سادھ لیا۔

"ماہ نور......" معاذ کی آواز میں الجھن تھی جس میں پریشانی نمایاں تھی۔ موبائل ٹارچ آن کی۔ اسے پکارتا لاؤنج میں آیا۔ گھٹنوں میں سر دیے بیٹھی ماہ نور کو دیکھ کر ایک پرسکون سانس خارج کی۔ اپنی چیزیں صوفے پر رکھ کے بیسمنٹ میں گیا۔ اس کے جانے کے کچھ دیر بعد سارا گھر روشن ہوگیا۔ وہ ویسی ہی بیٹھی رہی۔ معاذ اوپر آیا۔ صوفے کی پشت پر کھڑا اسے دیکھتا رہا، پھر بولا۔

"اب کیا مسئلہ ہے؟" ہلکی سی اکتاہٹ۔

"آپ جو چاہتے تھے وہ ہوگیا، اب آپ کو میرے مسائل سے کیا سروکار؟" لہجے میں غراہٹ۔

"اوہ...... اور کیا چاہتا تھا میں ذرا تفصیلاً روشنی ڈالیں گی؟" اکتاہٹ کی جگہ جھنجلاہٹ۔ وہ غم و غصے میں پھٹ ہی پڑی۔

"میں اپنی ہر بات کے لیے آپ کے سامنے جواب دہ نہیں ہوں۔ مجھے تو بس ہلکا سا شبہ ہوا تھا کہ آپ کو احساس ہے میرا...... چاہے ہمارے تعلقات جیسے بھی ہوں لیکن...... آپ نے صرف اپنی انا کی تسکین کے لیے مجھے......" وہ رو دی۔ سرخ ناک، سوجے پپوٹے، معاذ کچھ دھیما پڑا مگر اگلی بات نے دماغ بھک سے اڑا دیا۔

"آپ نے صرف مجھے کمزور ہوتا دیکھنے کے لیے یہ نیا بہانہ تراشا۔ یہ سب پلاننگ کی صرف میری کل کی بات کے پیش نظر، ایسا کون سا سینئر آرکیٹیکچر ہے جو نائن ٹو فائیو جاب رات ساڑھے دس بجے تک کرتا ہے۔"

"اسٹاپ دس نان سینس۔" وہ دھاڑا۔ "میں نے سب پلان کیا تمہیں نیچا دکھانے کے لیے؟ تمہیں کیا لگتا ہے میں دنیا کا فارغ ترین بندہ ہوں جو اس طرح کی پلاننگ کرتا پھروں گا۔ میرے پاس تو اتنا وقت نہیں کہ اپنے ماں باپ کو کال کر کے ان کی خیریت ہی معلوم کر سکوں اور تم کہتی ہو میں ساڑھے دس بجے تک وہاں بیٹھا جھک مار رہا ہوتا ہوں۔" ماہ نور لبالب بھری آنکھوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ وہ یہ خواہش رکھتی تھی کہ وہ معذرت کرے، آئندہ احتیاط کرنے کے الفاظ بولے مگر......

"سارا دن میں آفس اور سائٹ کے دھکے کھاتا ہوں پھر بقول تمہارے ال لیگل کمپنی بھی چلاتا ہوں اور اب یہ کہ تمہاری نظر میں خود کو اہم ثابت کرنے کے لیے پلاننگز بھی کرتا ہوں واؤ...... اگر تم میرے بارے میں اچھا نہیں سوچ سکتیں تو برے اندازے بھی مت لگایا کرو۔ اگر ہمارا تعلق جو ہے جیسا ہے کی بنیاد پر چل رہا ہے تو اسے چلنے دو...... مفلوج مت کرواؤ۔" وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا اپنے کمرے میں چلا گیا۔ ماہ نور کا اصل رونا تو اب شروع ہوا۔

☆☆☆

اگلی صبح وہ کمرے میں بند رہی۔ بستر پر لیٹی آنسو بہاتی رہی، کلستی رہی۔

"میں ناشتا نہیں بناؤں گی، جس بندے کے لیے میں کوئی معنی نہیں رکھتی، میرا رونا، خوف زدہ ہونا بھی جس کا دل نہ پسیج سکا میں کیوں اس کی بیڈ ٹی، ناشتے اور کھانے میں خود کو ہلکان کرتی پھروں۔" کروٹ پر کروٹ بدلتی۔

"سارا قصور میرا ہے، میں جو اس شخص کے ساتھ لو بھی نہ گزارنے آئی تھی، نجانے کیوں اپنا مستقبل اسی گھر کے حوالے سے دیکھنے لگی۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ میری زندگی ہمیشہ موقع کی تلاش میں رہتی ہے تاکہ مجھے چت کر سکے۔" تکیے میں منہ چھپا لیا۔

ساڑھے گیارہ وہ باہر نکلی، ہر شے اپنی جگہ پر موجود تھی۔ کچن میں آئی، حیرت کا جھٹکا لگا۔ اس کے لیے ناشتے کی ٹرے تیار تھی، وہ کاؤنٹر تک آئی، ٹرے کے نیچے اک چٹ دبی تھی۔

"دوسروں کی خدمت کر کے ثواب کمانے کا میرا قطعی کوئی ارادہ نہیں، سو یہ ناشتا یہ ثابت کرنے کے لیے چھوڑا کہ "ہم بھی رکھتے ہاتھ ہیں"۔

ماہ نور چٹ تھامے کھڑی تھی۔ نجانے کیوں خوش گماں ہوئی تھی کہ معذرت کی ہوگی۔ "بھاڑ میں جاؤ۔" وہ دھپ دھپ کرتی لاؤنج میں آئی اور صوفے پر لیٹ گئی۔

"مجھے صبر سے کام لینا چاہیے۔ میں کچھ زیادہ ہی توقعات رکھنے لگی ہوں، جیسے ہم روٹھے والا یہ کھیل کھیلتے رہے ہوں۔" سارا دن اسی قسم کے عہد باندھتی رہی۔

شام کو وہ جلد آگیا۔ ماہ نور پہلے ہی کھانا میز پر لگا چکی تھی۔ وہ کچن میں گیا، کافی دیر بعد نکل کر اپنے کمرے میں چلا گیا۔ وہ برتن سمیٹنے آئی، کھانا ویسے ہی پڑا تھا۔ ایک چٹ پھر منتظر تھی۔

"مجھ جیسے ماسٹر مائنڈ پر احسان عظیم آخر ہونا چاہیے۔" اس نے چٹ کی دوسری جانب جواب لکھا، وہیں دوبارہ لگائی اور اپنے کمرے میں آگئی۔ چٹ پر لکھا تھا۔

"آپ لوگ خود کو اہم سمجھ رہے ہیں حالانکہ کھانا تو رشید کے لیے بھی بنتا ہے۔"

☆☆☆

اتوار کا دن تھا۔ دونوں ابھی تک اپنی اپنی شکایات کے ٹوکرے اٹھائے پھرتے، ضد کے پکے۔ سورج نے آج بڑے دنوں بعد اپنے دامن سے چند سنہری سکے دھرتی پر اچھالے۔ ماہ نور رشید کے ساتھ لان میں مصروف تھی۔ معاذ اپنا لیپ ٹاپ لیے وہیں چلا آیا۔

کچھ دیر ماہ نور کو دیکھتے رہنے کے بعد اس نے خود کو شرمندہ پایا۔ وہ اتنا کچھ کرتی ہے اور میں ایک شکوہ برداشت نہ کر پایا۔ وہ اندرونی حصے میں گئی تو وہ بھی پیچھے چلا آیا۔ زندگی بھری گھریلو مصروفیات دیکھنا اسے اچھا لگ رہا تھا۔ وہ اپنے ہاتھوں کو ٹشو پیپر سے تھپتھپاتے ہوئے فون پر کسی سے بات کر رہی تھی۔

"مزے میں ہوں، دراصل پریشان ہم تب ہوتے ہیں جب ہماری امیدیں پوری نہ ہو رہی ہوں۔ اب اگر کسی کو اپنی امید توڑنے کا موقع ہی نہ دیا جائے تو پھر سکون ہی ہوگا ناں؟"

www.caretofun.net

وہ قریب سے گزرتی کچن میں چلی گئی۔ اب اس کی شخصیت میں اعتماد جھلکتا تھا۔ اس نے پاستا بنایا، دو باؤلز سیٹ کیے۔ باہر جھانکا، معاذ ٹی وی دیکھ رہا تھا، چٹ لکھی۔

"سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے۔"

لاؤنج میں آ کر کچھ فاصلے پر بیٹھ گئی۔ لاشعوری طور پر وہ اسے لالچ سا دے رہی تھی کیونکہ جانتی تھی کہ اسے پاستا پسند ہے۔ وہ سنجیدہ دکھ رہا تھا، اٹھ کر چلا گیا۔ وہ اپنا باؤل رکھنے آئی، چٹ کی تحریر بدل چکی تھی۔

پھر یوں ہوا کہ راستے یکجا نہ ہوسکے
وہ بھی انا پرست تھا، میں بھی انا پرست

ماہ نور کا دل دھک سے رہ گیا۔ باہر سے شور سنائی دیا پھر کوئی کچن کے دروازے میں آن رکا۔

"سائرہ آنٹی!" ماہ نور کے لب پھڑپھڑائے۔

☆☆☆

گھر کی رونقیں بحال ہو چکی تھیں۔ رشید گاؤں سے اپنی بہن کو لے آیا۔ بلقیس ابھی چل نہ سکتی تھی۔ معاذ دو ماہ کے لیے مری چلا گیا، کسی سرکاری رہائش گاہ کی رینوویشن کا کام تھا۔ ماہ نور نے شکر منایا، مگر گھر یک لخت ویران سا ہو گیا۔ اس کی کرسٹل ڈور، وارڈ روب خالی ہو گئی۔ کپڑے، جوتے، پرفیوم تک کے ریکس خالی ہو گئے۔ وہ خالی جگہوں کو بھرنے کی کوشش میں روہانسی ہو جاتی۔ کاؤچ، ایزی چیئر، کچن کاؤنٹر، ڈور سائڈ ٹیبل کہیں بھی آرکیٹکچر کی کتابیں نظر نہ آتیں۔ وہ آہٹوں کی منتظر رہنے لگی اور آہٹیں بہت کم ہو گئیں۔

☆☆☆

معاذ کو گئے مہینہ ہو گیا، مگر وہ ایک مرتبہ بھی نہ آیا۔

"مری کون سا قطب جنوبی کو ہجرت کر گیا ہے جو آنا محال ہے۔" وہ جھنجلائی۔

جنوری کے آخری دن چل رہے تھے۔ وہ یونیورسٹی سے لوٹی، ثریا کو لے کر پورچ میں آئی۔ جہاں بیل کے جھڑتے پتوں کا ڈھیر تھا۔ ثریا کو کام پر لگایا اور خود لان کا طائرانہ جائزہ لیا۔ ٹنڈ منڈ درخت ان پر بچے اکا دکا بے رنگ پتے۔ ماہ نور نے تاسف سے درختوں کی بے پروائی ملاحظہ کی جو کتنے چاؤ سے سبز پتوں کا لباس زیب تن کرتے ہیں پھر ان پتوں کا سبزہ چاٹ کر انہیں "ورد" رنگ میں نہلا کر خود سے جھاڑ...... اگلے لباس کے منتظر ہو جاتے ہیں۔ آہ کچھ لوگ بھی تو ایسے ہوتے ہی ہیں، کسی کے سارے رنگ چوس کر اسے بے رنگ کرتے ہوئے کسی اور رنگ کی طرف مڑ جاتے ہیں لیکن اس دوران وہ لوگ بھی تو ایسے ہی دکھتے ہیں۔ ٹنڈ منڈ تنہا۔

"یا اللہ تیری رحمتوں میں سے ایک رحمت کسی کے ساتھ جڑے رہنا اور تیری آزمائشوں میں سے ایک آزمائش کسی کا چھوڑ جانا۔ میرے اللہ مجھے اس رحمت سے بہرہ ور رکھنا اور مجھے اس آزمائش سے بچائے رکھنا۔" ماہ نور نے گہرا سانس لیا اور گیٹ کی طرف متوجہ ہوئی۔

معاذ گاڑی اندر لا رہا تھا۔ وہ کسی سنگی مجسمے کی طرح ساکت کھڑی تھی۔ اب وہ گاڑی سے نکلتا ہوا رشید سے مسکرا کر مصافحہ کر رہا تھا۔ بلیک سویٹر لیمن شرٹ، حسب معمول آستین موڑے ہوئے وہ قریب آیا۔ بغور اسے دیکھتے ہوئے بولا۔

"السلام علیکم! بیوی کیا ہوا؟" ثریا کے سلام کا جواب دیتے وہ آگے بڑھ گیا۔ ماہ نور کا دل بے ترتیب سا دھڑکا۔ ہاتھ ٹھنڈے پڑ گئے، وہ خود کو سنبھالتے ہوئے آگے بڑھی۔ آنٹی انکل کی خوش کن آوازیں آ رہی تھیں، ماہ نور کو لگا گھر کا ہر کونا مکمل ہو گیا ہے۔

☆☆☆

رات کو وہ سب ڈنر کر رہے تھے۔ نجانے کیوں ماہ نور کو وہ ضرورت سے زیادہ خاموش لگا۔ جب سے آیا تھا، سو رہا تھا۔ پھر اٹھ کے سائرہ آنٹی سے راز و نیاز کرنے لگا۔ ماہ نور نے اس کی پسند کے چیز کوفتے بنائے۔ کوفتوں کو گریوی میں دم دے کر وہ باہر نکل آئی، لاؤنج کے دروازے پہ آ کے وہ رکی۔ معاذ اسے دیکھ کر بے ساختہ چپ ہوا، ماہ نور شرمندہ سی ہو گئی۔ وہ شاید کوئی ذاتی معاملہ دیکھ رہے تھے۔ ماہ نور اس کی بے زاری بھانپتے ہوئی معذرت کرتی واپس آ گئی۔

www.caretofun.net

دل ایک دم سے یاسیت میں گھر گیا۔ ابھی بھی وہ تھکے تھکے انداز میں کھانا کھا رہا تھا۔ آنٹی اسے اور انکل کو بتانے لگیں کہ معاذ کو بہت بڑی کنسٹرکشن کمپنی کے ساتھ پارٹنر شپ بیسڈ کانٹریکٹ ملا ہے۔ انکل مسکراتے ہوئے بولے۔

"ارے آپ بھی ذرا ذرا سی بات پر خوش ہو جاتی ہیں۔ کانٹریکٹ لینا ایسا کون سا کارنامہ ہے یہ تو اس کی یونیورسٹی کا نام سن کے آسانی سے دیا جا سکتا ہے۔ اس میں قابلیت کا کوئی نکتہ میری نظر میں تو نہیں۔" لہجے میں شرارت تھی۔

"اگر آپ اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ اپنی قابلیت ثابت کرنے کے لیے میں آپ کے ساتھ چیس کھیلوں گا تو براہ کرم اسے دور فرما لیجیے۔ میں بہت تھکا ہوا ہوں۔" نیپکن سے ہاتھ صاف کرتے ہوئے جواب دیا، انکل کا جی برا ہوا۔

"بیوی ہمیں آپ سے صرف یہی ایک شکوہ ہے، ایک بیٹا دیا ہمیں، وہ بھی نالائق، ست الوجود۔ ابھی تو آتش جوان ہے، بڑھاپے میں یہ ہمارے ساتھ کیا کچھ نہ کرے گا۔" وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

"اس بلیک میلنگ کا کچھ اثر نہیں ہونے والا مجھ پر۔"

اب انکل ماہ نور کو دعوت دے رہے تھے، وہ کندھے اچکا کر واپس مڑ گیا۔

☆☆☆

وہ رات خوب صورت راتوں میں سے ایک تھی۔ لان کے سب ہی پھولوں نے اپنی خوشبو جیسے رات کو دان کر دی تھی، سب ہی کمروں میں جا چکے تھے۔ وہ کچن کا عقبی دروازہ کھولے سیڑھیوں پر بیٹھی تھی۔ گملوں میں لگے ٹماٹر سبز سے نارنجی مائل ہو رہے تھے، وہ انہیں چھونے لگی۔

"رنجش ہی سہی، دل ہی دکھانے کے لیے آ۔۔۔ آ پھر سے مجھے چھوڑ جانے کے لیے آ...... رنجش ہی سہی......" وہ بار بار یہی گنگنا رہی تھی۔

آگے کچھ یاد نہ تھا، سر کو جھٹک کے یاد کرنے کی کوشش کی مگر بے سود۔ وہ یہ غزل بہت اچھی گنگناتی تھی مگر پھر بھولتی گئی۔ یاد رکھنے کو الجھنیں بڑھتی جائیں تو جمالیاتی چیزیں خود بخود بھولنے لگتی ہیں۔

دفعتاً اسے قدموں کی چاپ سنائی دی۔ وہ پرسکون بیٹھی رہی یہاں تک کہ وہ اس کے برابر آن بیٹھا۔ ماہ نور کی نگاہیں اس کے ننگے پیروں پر جم گئیں، کیا چیز اسے بے سکون کر رہی تھی؟

"تم چپ کیوں ہو گئیں، بھول گئیں؟"

فروری کے آغاز نے ہوا میں اس کی سانسوں کو جمایا۔ دھواں سے بنا، ماہ نور اسے دیکھنے لگی، وہ تلخی سے مسکرایا۔

"تم ہر کام ادھورا کیوں کرتی ہو؟ شاید تمہیں اچھا لگتا ہے دوسروں کو انتظار کی سولی پر دیکھ کے۔"

ماہ نور چونکی۔ بالآخر وہ بول رہا تھا، ماحول پر اتری چاندنی اس کی آواز کے فسوں میں تھی، ہواؤں نے رک کے اسے سنا۔

"تمہارا یونیورسٹی ٹور تھا، کیوں نہیں گئیں تم؟ کیا اب ہم سب کو بچوں کی طرح تمہیں یہ سمجھانا پڑے گا کہ تمہارے لیے کیا بہتر ہے اور کیا نہیں۔ تمہیں اپنے مستقبل کے بارے میں بھی سوچنا ہوگا، کسی سے ملنے ملانے پر ہی انڈرسٹینڈنگ ہوگی۔" وہ نا سمجھی سے اسے دیکھنے لگی۔

"تمہیں میری فکر نہیں ہونی چاہیے۔ میں پریکٹیکل شخص ہوں، میرے لیے کوئی بھی اجازت دینا مشکل نہ ہوگا۔"

اسے تھم کے سختی ہوائیں دور دیسوں کو جا نکلیں اور پیچھے گھٹن وراثت کر گئیں۔ ماہ نور کا دم گھٹنے لگا، وہ تیزی سے اٹھی۔

"امجد کی کال آئی تھی مجھے۔" ماہ نور کے قدموں سے جان نکلی۔

"اس نے جو کہا میں دہرانا نہیں چاہتا۔ میں صرف تمہارا فیصلہ سننا چاہتا ہوں۔ فیصلہ سننے سے پہلے میں تمہیں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ ایک عام انسان ہوں۔ میں نے ہمیشہ چاہا کہ پہل تم ہی کرو کیونکہ تغافل میں بھی پہل تمہاری ہی تھی۔" وہ تیزی سے

پلٹی، معاذ نے کلائی سے تھام کر روکا۔
"میرا ہاتھ چھوڑیں۔" آنکھوں میں سیلاب تیزی سے چڑھنے لگا۔ معاذ نے کہنی سے تھام کر دیوار کے ساتھ لگا دیا۔
"پلیز۔" وہ بے بس ہو گئی۔
"جواب دو پہلے، کیا چاہتی ہو؟"
"کچھ نہیں چاہتی میں۔" وہ قدرے بلند آواز میں بولی۔ "میں کچھ نہیں چاہتی لیکن اگر آپ کی کوئی چاہت ہے تو میری اجازت کی بھی ضرورت نہیں۔ مجھے کسی کا نام لے کر ٹارچر مت کریں۔" معاذ پیچھے ہٹا۔ وہ مڑنے لگی۔
"میں صبح آپ کو گھر چھوڑ آؤں گا۔ پھر فیصلہ آپ کے ہاتھ......" پھر سے تم سے آپ ہو گئی۔ فیصلہ کرتے ہوئے مڑی۔
"آپ مجھے ابھی چھوڑ آئیں۔" وضاحتیں تو اس نے اپنے ماں باپ کو نہ دی تھیں، معاذ عبید خاقانی تو ابھی دل کی دہلیز تک پہنچا تھا۔ وہ بے یقین کھڑا تھا جبکہ وہ مڑ گئی۔

☆☆☆

"بابا دیکھیں! وہیں کچھ دہرایا گیا میرے ساتھ جو آپ کہہ چکے تھے۔ ماں باپ کے الفاظ تو بیٹیوں کے نصیب لکھ رہے ہوتے ہیں پھر آپ کیوں لاپروائی کر گئے میرے نصیب کے ساتھ۔ میں تب بھی قصوروار نہ تھی۔ میں اب بھی قصوروار نہیں ہوں مگر پھر بھی سزاوار ہوں، کیوں؟ آج اس شخص نے مجھے اپنی زندگی سے بے دخل کر دیا جس کے گرد میں زندگی سمجھ کے چکر کاٹنے لگی تھی۔"
وہ کبیر احمد کے بازوؤں کے حلقے میں زار زار رو رہی تھی۔ سوچیں آنکھوں کے راستے بہہ رہی تھیں مگر لب خاموش تھے۔ صالحہ نائٹ گاؤن میں الجھے بالوں کے ساتھ اپنی بکھری ہوئی بیٹی کے خاموش بین سن رہی تھیں۔ پھر غصے سے عبید خاقانی کو کال کرنے لگیں۔ یہ بات اتنی غیر متوقع اور بے وقت تھی کہ سب کو حیرانی سے نکلنے میں بھی وقت لگ رہا تھا۔

قیامت دونوں طرف مچی تھی۔

☆☆☆

پارسائی کے ثبوت مہیا کرنا دنیا کا مشکل ترین کام ہوتا ہے۔ ماہ نور کے لیے اس لیے بھی تھا کہ عزت نفس کو یہ ہرگز گوارہ نہ تھا کہ خود کو سچا ثابت کر کے اس گھر میں دوبارہ داخل ہوا جائے۔ عبید انکل اور سائرہ آنٹی دوبار آ چکے تھے مگر وہ جانے سے انکاری تھی۔ وہ خود کو معاذ عبید خاقانی کے لیے بوجھ بنانا پسند نہیں کرتی تھی۔ اسی کشمکش میں ایک مہینہ گزر گیا۔
آج وہ سائٹ وزٹ پر تھا۔ مزدوروں نے اس کا یہ روپ جیسے پہلی بار دیکھا ہو۔ اس کے چیخنے پر وہ پہلے رک کے اسے دیکھتے پھر جلدی سے غلطی سدھارتے۔ عفان اس کی جھلاہٹ دیکھ رہا تھا، جب اس کا فون مدھر سر لگانے لگا۔

میں اسے بھول چکا ہوں، بھول چکا
بات اے دل نہ بڑھا بے وجہ......

وہ فون پر مصروف ہو گیا۔
"طارق صاحب کام اتنا ہی جلدی ہو گا جتنے اس کو کرنے والے ہاتھ میسر ہوں گے۔ اب میں ادھر مشینوں سے تو آدمی پیدا کرنے سے رہا۔ آپ سے لیبر (مزدور) مانگے تھے، وہ ابھی تک پہنچے نہیں۔ پلیز آپ ہمارے کام کو جج کرنے کے بجائے پہلے مزدور بھیجیں۔ یہ کینٹ کا ایریا ہے کوئی مزدور آئی ڈی کارڈ کے بغیر انٹر نہیں ہو سکتا۔ وہ جو چار مزدور پہلے بھیجے تھے وہ بھی ابھی گیٹ سے باہر کھڑے ہیں۔" کھٹاک سے فون بند کر دیا اور سر تھام لیا۔
"تم بھابھی سے سوری کیوں نہیں کر لیتے؟ کم از کم ان اداس غزلوں والے میٹر سے تو نکلو۔" عفان نے مفت میں مشورہ دیا۔
"کین یو اسٹاپ دس پلیز؟ جب تمہیں نظر آ رہا ہے کہ آج میں لحاظ کرنے کے موڈ میں نہیں ہوں تو کیوں خود کو بے عزت کروانے کا شوق چڑھا ہے تمہیں...... اور ہاں اس میٹر کی فکر مت کرو، یہ جلد گزر جائے گا۔"

www.caretofun.net

وہ بات کرتا باہر نکل آیا۔ کالمز کے لیے فاؤنڈیشن تیار ہو رہی تھی۔ وہ بغور دیکھنے لگا۔ کچھ کھٹکا۔ عفان نے روکا مگر وہ مزدور سے پوچھنے لگا۔
"فاؤنڈیشن کے لیے کتنی گہرائی ہے؟"
"ساڑھے چھ فٹ جناب۔" کالمز (ستون) کے لیے کم از کم دس فٹ زمین کھودی جاتی ہے پھر اس میں کنکریٹ ڈالا جاتا ہے اور پچیس سے تیس فٹ کالم بنایا جاتا ہے۔ ساڑھے چھ فٹ کا سن کے معاذ کا دماغ بھک سے اڑ گیا۔
"یہ کیا ہو رہا ہے عفان؟" وہ عفان کی طرف پلٹا وہ گھبرایا۔ "یہ میری غفلت تھی۔" "تم تیس فٹ کے کالم کے لیے چھ فٹ فاؤنڈیشن کھدوا رہے ہو۔ یہ سراسر تباہی ہے، اک ذرا سا جھٹکا سب ختم کر سکتا ہے۔ تم سے بعد میں بات کرتا ہوں، پھر تم ذرا اس کالم کو چیک کرو، ذرا سائڈ لگاؤ۔" وہ کرین ماسٹر سے کہنے لگا۔ اس نے آن کی آن کالم کو کرین کا اگلا حصہ لگایا اور آدھی مکمل ہوئی چھت دھماکے کی آواز سے زمین بوس ہوئی۔ عفان کی پکار "معاذ" دھماکے کی آواز میں دب گئی۔

☆☆☆

پندرہ دن ہسپتال میں رکھنے کے بعد اسے گھر بھیج دیا گیا تھا۔ آج اس حادثے کا تیسواں دن تھا۔ اس کی ٹانگ پر پلاسٹر چڑھا تھا۔ کندھا پٹیوں میں جکڑا تھا، بائیں ابرو کے پاس بڑا سا کراس بینڈیج لگا تھا مگر اب وہ بہتر تھا۔ ان تیس دنوں میں اس نے اپنی آنکھوں کو بے طرح دکھایا تھا۔ وہ کسی سے پوچھتا نہیں تھا مگر اسے انتظار تھا۔ کبیر احمد اور صالحہ تقریباً روز ہی اسے دیکھنے آتے۔ ماہم اور ماہ رخ بھی آئیں مگر...... اسے کھانے کی لذت اس کے ہونے کا پتا دیتی۔ کبھی اڑتے آنچل کا کونا دکھ جاتا مگر وہ اسے مکمل دیکھنا چاہتا تھا۔
آرکیٹیکچر کی کتاب اس کے سینے پر دھری تھی وہ چھت کو گھور رہا تھا، جب قریب ہی کھٹکا ہوا۔ وہ چونکا، ماہ نور سوپ رکھ کے پلٹنے لگی۔ معاذ نے ہاتھ تھام لیا، وہ مڑ کے اپنے ہاتھ کو دیکھنے لگی۔

"اوکے سوری، اب بس کرو۔" وہ ذرا مسکرائی۔
"تو پھر معلوم ہوا کہ بیوی کا دل دکھانے پر کیسے سزا مل جایا کرتی ہے؟" آنکھ سے ٹانگ کی طرف اشارہ کیا۔ وہ ہولے سے ہنسا پھر کندھے کے درد سے کراہا تو وہ فوراً قریب بیٹھ کے زخم دیکھنے لگی۔ آنکھوں میں آنسو آ گئے۔
"سوری مجھے کہنا ہے معاذ...... میں فضول ضد لگا بیٹھی۔ خیر میں نے یہ سیکھ لیا کبھی کبھی خاموشی سیاہ غلاف سا کام کرتی ہے۔ یہ اجلا سچ بھی چھپا دیتی ہے، جہاں اپنوں کو وضاحت دینے کی بات آئے وہاں زبان کو آگے آنا ہی چاہیے مگر...... چاہے دیر سے سہی، میں سیکھ ضرور لیتی ہوں۔"
"دراصل میں خود غرض ہو گیا تھا، میں اس شخص کو دکھانا چاہتا تھا کہ اگر فیصلہ کبیر احمد کی بجائے ماہ نور کبیر کرے تب بھی۔ نتیجہ معاذ عبید خاقانی ہی نکلے گا۔ پھر میں نے یہ جانا کہ دوسروں پہ کچھ ثابت کرنے کے لیے رشتوں کو مت تولیں۔ آپ اپنے زعم میں رشتے کو ناقابل تلافی نقصان بھی پہنچا سکتے ہیں۔" وہ بغور اسے دیکھ رہا تھا، پھر اس کا ہاتھ اٹھا کر اپنے سینے پر رکھا۔
"اب میں تمہارے ساتھ رہنا چاہتا ہوں، ہمیشہ۔ اب سے لے کر ریٹائرمنٹ کے بعد اپنی آٹو بائیوگرافی لکھنے کے بھی بعد تک۔ میں ہر روز تمہارے ہاتھ کی بنی ٹی چاہتا ہوں اور اپنی کتابیں سمیٹنے میں تمہیں ہلکان ہوتے دیکھنا چاہتا ہوں۔ میں تمہیں اور آرکیٹیک کا بہت خوب صورت اور فائدہ مند امتزاج لوگوں کو دکھانا چاہتا ہوں۔ میں بتانا چاہتا ہوں کہ کشادہ بنے گھروں میں لوگ زیادہ پرسکون رہتے ہیں۔ مستطیل کھڑکیاں ہوا کا راستہ روکتی ہیں اور چوکور پیلیس بھوک بڑھاتی ہیں اور......"
ماہ نور کے ہنسنے کی آوازیں کمرے سے باہر آنے لگی تھیں۔ بالآخر ان دونوں نے مسائل کو سلجھانے کا فارمولا ڈھونڈ ہی لیا تھا۔ وہ تھا کسی معاملے کی سوچ بچار...... اللہ کی طرف سے دی گئی الہامی امداد......

☆